☆ پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

# پاکستان میں حجۃ اللہ البالغہ کا مطالعہ (ایک ناقدانہ جائزہ)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ برصغیر پاک و ہند کے ایک عظیم محدث، فقیہ اور مفسر تھے۔ آپ کی علمی وفکری جلالت شان کو عالم اسلام میں بے حد سراہا گیا۔ اور اس سے ممکنہ حد تک استفادہ بھی کیا گیا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور کاوشوں سے قرآن اور حدیث کے حقائق تک پہنچنے اور امت مسلمہ کو قرآن وسنت کے قریب تر کرنے میں اپنی تمام عمر صرف کردی جس کے نتیجے میں ستر سے زیادہ تصانیف کی شکل میں آپ کی علمی میراث اہلِ علم تک پہنچ چکی ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ آپ کے علمی تبحر، حکمت اور مجتہدانہ ذوق سلیم کی شاہد عدل ہے۔ دنیائے علم ومعرفت میں عہد ولی اللٰہی سے قبل اور بعد میں جو باتیں اہل علم کے ہاں متضاد اور متناقض سمجھی جاتی رہیں، یہ کتاب انہیں صرف رفع ہی نہیں کرتی بلکہ امت مسلمہ کو وحدت انسانیت اور وحدت مذاہب ومسالک کی راہ دکھاتی ہے، تمام مسلمانوں کو ظلمات سے نکالتی اور دنیوی اور اخروی کامیابی کی خالص اسلامی راہ دکھاتی ہے۔

یہ کتاب تمام عابدین، صوفیا، علماء اور فلاسفر صاحبان کو بالعموم اور مختلف مسالک کے حلقوں میں بند ہونے والوں کو بالخصوص ایسا آئینہ فراہم کرتی ہے جس میں وہ اپنے فکری اور عملی عیوب ونقائص کو اچھی طرح جان سکتے ہیں۔ مگر افسوس کہ مذکورہ حقیقت کے باوجود اس کتاب کو بہت کم پڑھا اور اس سے بھی بہت کم سمجھا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کے اقوال میں بہت سے لوگ تاویلات کرتے ہیں اور اس کی روح حقیقی کو برملا رد کرتے ہیں۔

اس کتاب کا اصل موضوع وہ حکیمانہ اور فلسفیانہ مباحث ہیں جو شریعت اسلامی اور خصوصاً احادیث مبارکہ کے اسرار اور رموز کی ایسی توضیح وتشریح کرتے ہیں جن کے ذریعے اسلام کے مزاج کا فہم وادراک حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام اور بانیء اسلام کا امتیاز وتوفق نمایاں طور پر ابھر کر سامنے آجاتا ہے۔

بنیادی طور پر حجۃ اللہ البالغہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصہ میں ابتدائی طور پر ایک مقدمہ ہے جس میں علم الاسرار کی معرفت اور ضرورت واہمیت بیان کی گئی ہے اور اس کے بعد کچھ اصولی مباحث تحریر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ مقدمہ میں حضرت شاہ صاحب نے خود فرمایا ہے کہ میں نے اس کے پہلے حصے میں وہ قواعد وکلیات بیان کئے

☆ ڈائریکٹر سیرت چیئر و استاذ شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور۔

ہیں جن پر مختلف شرائع کے مصالح اور حکمتوں کا انحصار ہے اور بعثتِ نبوی ﷺ کے وقت جتنے بھی مذاہب موجود تھے اُن سب کے ہاں یہ قواعد مسلّم تھے اور ان کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں تھا۔ حصہ اوّل میں بیان کردہ مباحث یہ ہیں:

| | |
|---|---|
| ۱- انسان کی حقیقت اور اس کی ذمہ دارانہ حیثیت۔ | ۲- موت اور دار الجزاء کی حقیقت۔ |
| ۳- تدابیر نافعہ کے حصول کی کیفیت۔ | ۴- سعادت کی حقیقت۔ |
| ۵- نیکی اور بدی کی حقیقت۔ | ۶- مذہبی سیاست۔ |
| ۷- نبوی علوم کا فہم اور اجتہاد | |

دوسرے حصہ میں انسانی زندگی کے فکری، عملی، انفرادی و اجتماعی اور بے شمار دیگر پہلوؤں پر شرعی اسرار کو زیر بحث لایا گیا ہے اور خاص طور پر ہر عنوان کے تحت فرامین نبوی بیان کئے گئے، عنوانات کی ترتیب میں شاید حضرت شاہ صاحب نے کتب حدیث کی ''جوامع'' کتب میں ملحوظ رکھی جانے والی ترتیب کو ترمیم اور اضافہ کے ساتھ پیش نظر رکھا ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کی تصنیف الجامع الصحیح کتب جوامع کی اہم کتاب ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے ذوق اور ضرورت کے مطابق بعض عنوانات کا اضافہ کیا ہے مثلاً تدبیر منزل، سیاست مدن، ارتفاقات اور معاشیات وغیرہ۔ حصّہ دوم کے بعض عنوانات بطور نمونہ درج ہیں:

| | | |
|---|---|---|
| ۱- ایمان | ۲- طہارت | ۳- عبادات اربعہ |
| ۴- احسان (سلوک) | ۵- معاملات | ۶- ترتیب منزل |
| ۷- سیاست مدن | ۸- معیشت | ۹- سیرت النبی ﷺ |
| ۱۰- مناقب | ۱۱- آداب وغیرہ | |

سطور بالا میں ذکر کی گئی تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ کا اصل موضوع اسرارِ شریعت اسلامیہ ہے۔ جس کے لئے مؤلف نے حصہ اوّل میں اصولی مباحث لکھے ہیں اور حصہ دوم میں قرآن و حدیث کے بیان کردہ تقریباً تمام احکامات کو ایک خاص ترتیب سے اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ اسلام کی حکمت، اہمیت اور افادیت اجاگر ہوتی ہے اور اس کے تحت بہت سے علوم پر بحث کی گئی ہے۔

اس مختصر سے مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ پاکستان میں حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ کو زیر بحث لاتے

ہوئے اس کتاب کا ایک تعارف ہدیہ ناظرین کیا جائے تا کہ مختلف محققین کی تحقیقات جمع ہو جانے سے حجۃ اللہ البالغہ جیسی اہم کتاب کو سمجھنے میں اہلِ علم کے لئے فہم وتفقہ کی نئی راہیں کھلیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کے حوالے سے ارضِ پاکستان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ مولانا عبید اللہ سندھی کا تعلق پاکستان سے رہا ہے اور مولانا نے اپنے طویل سفر سے واپسی پر پاکستان میں رہ کر حضرت شاہ صاحب کی انقلابی فکر اور مطالعہ حجۃ اللہ البالغہ کو عام کیا اور سبقاً یہ کتاب پڑھائی چنانچہ اس مناسبت سے اس مقالہ میں مولانا سندھی کی فکر کے حاملین کی تصانیف کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ کے بعض اردو تراجم کے ساتھ ساتھ بعض محدثین اور مفکرین کی اسی کتاب سے متعلقہ تحقیقی تصانیف سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں پاکستان کی جامعات میں لکھے جانے والے بعض تحقیقی مقالہ جات بھی پیش نظر رکھے گئے ہیں۔

## ا۔ حجۃ اللہ البالغہ کا پہلا اردو ترجمہ بعنوان ''آیات اللہ الکاملہ'':

حجۃ اللہ البالغہ کا پہلا اردو ترجمہ مولانا خلیل احمد صاحب اسرائیلی نے کیا جو پہلی بار 1315ھ میں لاہور سے بغیر عربی متن کے طبع ہوا۔اسے ادارہ اسلامی اکادمی لاہور نے دوبارہ 80 برس بعد 1395ھ میں شائع کیا اور اسی کا ایک نسخہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے۔

## ۲۔ نعمۃ اللہ السابغہ ترجمہ اردو ''حجۃ اللہ البالغہ''

مترجم علامہ ابو محمد عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی ہیں جس میں مزید تزئین کی خدمت مولانا عبداللطیف اور معراج محمد بارق نے ادا کی ہے۔اسے نور محمد اصح المطابع نے کراچی سے شائع کیا ہے اور اس کا نسخہ بھی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کی سنٹرل لائبریری میں موجود ہے۔ یہ ترجمہ ۱۳۰۲ھ میں مکمل ہوا اور یہ متن کے ساتھ بھی اور بغیر متن کے بھی دونوں طرح سے طبع ہوا ہے۔

## ۳۔ ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ:

مترجم، مولانا محمد منظور الوجیدی۔ اسے ۱۳۹۱ھ میں مکمل کیا گیا ہے اور یہ ترجمہ درج ذیل خصوصیات کا حامل ہے:

(i)- اس سے قبل کے تراجم تشریحی انداز کے تھے مگر اس میں صرف ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے تا کہ شاہ صاحب کے اصل الفاظ قارئین تک پہنچیں۔

(ii)- پہلے کے تراجم میں جو غلطیاں تھیں انہیں درست کیا گیا۔

(iii)- آیات قرآنی کی تخریج کر دی گئی ہے۔

(iv)- اس میں جو عربی متن درج کیا گیا ہے اس میں عربی کے اعراب بھی لگائے گئے ہیں۔

اس ترجمہ کو مذکورہ بالا خواص کے ساتھ شیخ غلام علی اینڈ سنز نے لاہور سے شائع کیا ہے۔ جس کا ایک نسخہ اسلامیہ یونیورسٹی کی سنٹرل لائبریری میں موجود ہے۔

## ۴- تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی:

یہ کتاب شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ جس میں حضرت شاہ صاحب کی تعلیمات و افکار کو آپ کی بعض تصانیف کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے اور اس کا ایک حصہ حجۃ اللہ البالغہ پر بھی مشتمل ہے۔ اگر چہ اس میں حجۃ اللہ البالغہ کی تمام تعلیمات کا تفصیلی طور پر ذکر نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس میں صرف ان حقائق کو بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ جن سے علماء کو حقائق کا آئینہ دکھانا مقصود ہے جو علماء فکر شاہ ولی اللہ کے مداح ہیں اور جناب شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ یہ چاہتے ہیں کہ علماء کی فکری و علمی، اصولی اور جزوی کوتاہیوں کو حضرت شاہ صاحب کی تصانیف کی روشنی میں سامنے لایا جائے تا کہ امتِ مسلمہ میں فکری ہم آہنگی پیدا ہو۔

مقالہ نگار حضرت شیخ الحدیث کی اس تصنیف میں بیان کردہ نکات کو اختصار کے ساتھ درج ذیل عنوانات کے تحت پیش کرتا ہے:

### ۱- غلو کی راہیں اور جمود شکن تحریکات:

مقدمہ ابن خلدون کے حوالے سے یہ بتایا گیا کہ سابقہ امم میں تین قسم کے اذہان موجود تھے:

(i) ظاہر پسند لوگ جو نصوص الہیہ اور فرامین نبویہ کے صرف ظاہری الفاظ پر اعتماد کرتے۔

(ii) نصوص کے اسباب و علل پر نظر رکھنے والے فقہاء۔

(iii) زہد و ورع اور ترکِ دنیا کو حاصل مقصد سمجھنے والے لوگ۔

صحابہ کرام میں بھی اہلِ ظاہر، فقہاء اور زہاد و اتقیاء موجود تھے اور اس کے بعد ان راہوں کو بے اعتدالی کے ساتھ اخلاف نے اپنا لیا۔ اسی مد و جزر کا نتیجہ علامہ ابن حزم کی ظاہریت ہے۔ فقہاء کی کتاب الحیل، جمود کی حد تک تقلید پسندی اور خانقاہی نظام کی بدعات پروری ہے۔

ہندوستان میں شاہ ولی اللہ نے حنفیت خالصہ اور ظاہریت محضہ سے بچ کر اعتدال کو اپنایا اور اپنی اصلاحی کوششوں سے تینوں اذہان پر اثر ڈالا۔

آپ نے تفہیمات میں فرمایا "فقیر کی پہلی وصیت ہے یہ کہ اعتقاد و عمل میں کتاب و سنت کے ساتھ تمسک کرے۔۔۔۔ ہر دو سے کچھ حصہ روزانہ پڑھے یا سنے، عقائد میں سلف اہلِ سنت کی روش اختیار کرے۔۔۔۔ خام کار معقولیوں کی شک آفرینیوں سے بچے، فروعی مسائل میں ان محدثین کا اتباع کرے جو حدیث و فقہ دونوں سے پوری طرح واقف ہوں اور فقہی مسائل کو ہمیشہ کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہو اسے قبول کرے ورنہ بالکلیہ نظر انداز کر دے۔ امت کو اپنے اجتہادات کو کتاب و سنت پر پیش کرنے سے کبھی استغناء حاصل نہیں ہوا۔ اور ایسے فقہاء جو ضدی ہیں اور انہوں نے بعض اہلِ علم کی تقلید کو دین کا سہارا بنا رکھا ہے اور کتاب و سنت سے اعراض ان کا شیوہ ہے۔ ایسے فقہاء کی طرف نگاہ اٹھا کر مت دیکھنا ان سے دور رہنے میں ہی خدا کا قرب تلاش کرنا (۱)۔

خود اصول بنا کر انہیں حدیث رسول اللہ ﷺ پر ترجیح دینا جو برصغیر پاک و ہند میں رائج تھا یہ کام شاہ ولی اللہ کے نزدیک عجیب تھا اس پر انہوں نے اپنی کتب خصوصاً حجۃ اللہ، مصفٰی، مسوی اور عقد الجید میں احتجاج فرمایا غیر معصوم انسانوں کے بنائے ہوئے اصول تو دین کی اساس قرار پائیں اور سنت جو فی الحقیقت وحی اور دین کی بنیاد ہے وہ ان مصنوعی اصولوں کے سامنے یتیم اور لاوارث قرار پائے اور سنت سے ایسا سلوک وہ لوگ کریں جو آنحضرت کو خاتم النبیین مانتے ہوں (۲)۔

## ۲- فقہ الحدیث کے اصول:

شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ۹ اصول بتائے ہیں جو صحابہ اور تابعین کے طریق کار سے ماخوذ ہیں اور قرآن و حدیث کو باہم ملانے اور سمجھنے میں مدد دیتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ نے جو کہا تھا کہ قرآن کے خاص و عام کے سامنے حدیث کو رد کر دیا جائے گا۔ اسے تسلیم نہ کرتے ہوئے شاہ صاحب نے نئے اصول مرتب کئے۔ اصول یہ ہیں:

(i) جب قرآن میں کوئی حکم صراحۃً موجود ہو تو کسی بھی دوسری چیز کی طرف توجہ کی ضرورت نہیں۔

(ii) اگر قرآن میں تاویل کی گنجائش ہو، مختلف مطالب کا احتمال ہو تو سنت کا فیصلہ ناطق ہوگا اور قرآن کا وہی مفہوم درست ہوگا جس کی تائید سنت سے ہوتی ہو۔

(iii) اگر قرآن کسی حکم کے متعلق بالکل ہی خاموش ہو تو سنت پر عمل کیا جائے گا خواہ وہ سنت فقہاء میں متعارف ہو یا کسی ایک شہر سے مخصوص ہو بلکہ کسی نے اس پر عمل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ائمہ حدیث اسے قابل استناد سمجھیں گے۔

(iv) جب کسی مسئلہ میں حدیث مل جائے تو کسی مجتہد اور امام کی پرواہ نہ کی جائے گی اور نہ کوئی اثر قابل قبول ہو گا۔

(v) جب پوری کوشش کے باوجود حدیث نہ ملے تو صحابہ اور تابعین کے ارشادات پر عمل کیا جائے گا اور اس میں کسی قوم اور شہر کی قید یا تخصیص نہیں ہو گی۔

(vi) جہاں جمہور فقہاء اور خلفاء متفق ہوں تو اسے کافی سمجھا جائے۔

(vii) جب فقہاء کا اختلاف ہو تو زیادہ متقی اور زیادہ ضابط فقیہ کی حدیث قبول کی جائے گی یا پھر جو روایت زیادہ مشہور ہو اسے لیا جائے گا۔

(viii) اگر علم و فضل، ورع و تقویٰ اور حفظ و ضبط میں سب برابر ہیں تو اس مسئلہ میں متعدد اقوال تصور رہوں گے جس پر جی چاہے عمل کرے، اس میں کوئی ہرج نہیں، نہ اس میں کوئی ضیق پیدا کیا جائے۔

(ix) اگر پھر بھی قلبی تسکین نہ ہو تو قرآن و سنت کے عمومات، اقتضاء اور ارشادات پر غور کر کے نظائر کے حکم کو دیکھا جائیگا اور حکم استخراج کیا جائے گا اصول فقہ کے مروجہ قواعد پر اعتماد نہ کیا جائے گا بلکہ جہاں قلبی اطمینان ہو اسے قبول کیا جائے (۳)۔

حجۃ اللہ البالغہ میں ہے کہ امام شافعی نے امام محمدؒ سے کئی مناظرے کئے اور کئی مسائل میں امام محمدؒ کو خاموش ہونا پڑا (۴)۔

## ۳- ولی اللہ تحریک کا مزاج:

مولانا سلفی فرماتے ہیں بعض علماء احناف میں بعض اوقات عصبیت کا احساس نمودار ہو گیا۔ جیسا کہ حسامی، صاحب کشف الاسرار اور ملا جیون نے امام شافعیؒ اور داؤد ظاہری کو جاہل قرار دیا ہے (۵)۔

اس طرح حنفیوں میں جمود اور تقلید آ گئی اور یہ لوگ غلو کرنے لگے اور محدثین کرام کی بے ادبی کرتے ہوئے یہ کہا کہ محدثین عطار اور فقہاء طبیب ہیں۔

اس لئے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے خاندان کا اصلی تجدیدی کارنامہ یہی ہے کہ وہ فقہی جمود کو

ختم کرنا چاہتے تھے(٦)۔

شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ سلف میں استنباط کے دو طریقے تھے۔ پہلا طریقہ یہ کہ قرآن وحدیث کو جمع کر کے انہیں اصل قرار دیا گیا اور پھر نئے مسائل پر غور کیا گیا۔ یہ محدثین کا طریقہ ہے جبکہ دوسرا طریقہ یہ کہ اسلاف اور ائمہ کرام کے منقح اور مہذب کئے ہوئے قواعد کو اصل قرار دیا گیا اور اصل مآخذ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ یہ فقہاء کا طریقہ ہے۔

سلف کا کثیر گروہ ایسا بھی تھا جس نے پہلی راہ اپنائی اور ایک گروہ نے دوسرا راستہ بھی اختیار فرمایا(٧)۔

شاہ ولی اللہ نے فرمایا کہ اس دور کے بعد معاملہ اور بگڑ گیا اور ایک ایسا گروہ سامنے آ گیا: ''ومنها انهم اطمانوا بالتقليد و دبّ التقليد فی صدورهم دبيب النمل وهم لا يشعرون'' وہ تقلید پر مطمئن ہو گئے اور تقلید ان کے رگ و پے میں سرایت کر گئی (٨)۔ فرمایا ایسا زمانہ آ گیا ہے فتنے پھیل گئے ہیں۔ سینوں سے امانت چھن گئی ہے۔ لوگوں نے دین پر غور وفکر کو ترک کر دیا ہے۔ اور وہ صرف یہ کہتے ہیں کہ انا وجدنا آبائنا علی امة(٩)۔

شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ میں ان مسلمانوں سے کہتا ہوں جو تقلیدی جمود اختیار کرنے والے فقہاء کے ساتھ ہیں اور میں ان مسلمانوں سے بھی کہتا ہوں جو اہلِ ظاہر کے ساتھ ہیں اور فقہاء ائمہ کے منکر ہیں کہ یہ تمام لوگ حماقت، بے راہ روی اور گمراہی پر چل رہے ہیں اور حق دونوں کے درمیان میں ہے(١٠)۔

فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امت کے جس شخص کی رائے میں خطا اور ثواب کا احتمال ہو اس کی اتباع کو واجب قرار دینا اللہ کے ساتھ کفر کے برابر ہے(١١)۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ وہ ایسے سمجھتے ہیں کہ جیسے ان کا امام نبی ہو جس کو ان کی طرف بھیجا گیا ہو اور اس کی اطاعت ان پر فرض کی گئی ہو(١٢)۔ مزید لکھتے ہیں کہ اگر صحیح حدیث موجود ہو اور محدثین اس کی صحت کے گواہ ہوں تو ایسی حدیث کو امام کے قول کے مقابلے میں ترک کرنا بھی کھلی گمراہی ہے(١٣)۔

آگے لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اجتہادات کو احادیث پر پیش کرنا چاہیئے اور پھر جو حدیث کے مطابق ہو اسے اپنا لیا جائے اور جو خلاف حدیث ہو اسے ترک کر دیا جائے(١٤)۔

## ٤۔ فقہی اصول وفروع میں شاہ صاحب کی روش

شاہ ولی اللہ اور ان کے رفقاء کار نے کسی مکتب فکر پر جمود نہیں اپنایا۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی پابندی کے بغیر

مذاہب اربعہ اور ائمہ حدیث کے مسائل پر عمل کیا جائے ۔ بظاہر حنفی ہونے کے باوجود وہ محدثین اور شوافع کے معمولات کو ترجیح دیتے تھے۔ طہارت کے مسائل میں شوافع اور احناف میں بے حد اختلافات ہیں۔ قلتین کی حدیث کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ شوافع اسے صحیح سمجھتے ہیں اور احناف مضطرب فرماتے ہیں۔

حدیث قلتین کے بارے میں فرمایا : کہ یہ حدیث صحیح ہے جو کئی طرق سے مروی ہے(۱۵)۔ گویا طہارت کے مسائل میں جو شبہات واقع ہوتے تھے شاہ صاحب ان کا فیصلہ شوافع کے حق میں دیتے ہیں۔

اس طرح امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں مقتدی کو چاہیئے کہ امام کے پیچھے خاموشی سے سنے اور جب امام آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی جس طرح چاہے پڑھ لے لیکن اس کی قرأت سے امام کی قرأت میں تشویش پیدا نہ ہونی چاہیئے (۱۶)۔ رفع الیدین کے متعلق فرمایا: والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت ”رفع یدین کرنے والا مجھے نہ کرنے والے سے زیادہ پسند ہے کیونکہ رفع یدین کی احادیث زیادہ ہیں اور صحیح ہیں“(۱۷)۔

زیارت قبور کے لئے شدّ رحال کے متعلق فرمایا ”والحق عندی ان القبر، ومحل عبادة ولی من الاولیاء، والطور کل ذلک سواء فی النهی ”کہ حق یہ ہے کہ کسی ولی کی قبر، اس کی عبادت گاہ اور طور پہاڑ کی جانب سفر کرنا ممنوع ہے کہ آنحضورؐ نے شدّ رحال سے منع فرمایا ہے(۱۸)۔

قنوت کے متعلق فرمایا: صحابہ کا اختلاف ہے کہ صبح کی نماز میں قنوت ہو یا نہ ہو۔ اس لئے قنوت پڑھنا اور اس کا ترک برابر ہے۔ مجھے پڑھنا پسند ہے کیونکہ احادیث سے ثابت ہے لیکن مسلسل پڑھنا ثابت نہیں (۱۹)۔

شاہ صاحب نے جمع بین الصلاتین کے بارے میں فرمایا جمع تقدیم وتاخیر دونوں کی اجازت ہے(۲۰)۔

تکبیرات عیدین کے متعلق فرمایا پہلی رکعت میں سات تکبیریں، دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں پڑھنی چاہئیں۔ یہ اہلِ حرمین کا مذہب ہے اور یہی بہتر ہے(۲۱)۔

دہ دردہ پانی کے متعلق فرمایا کہ علماء کی طویل مباحث ہیں لیکن ان میں کسی کے متعلق بھی قطعاً کوئی حدیث موجود نہیں ہے(۲۲)۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ احناف نے مذہب کی پختگی کے لئے کچھ اصول تراشے ہیں۔ مثلاً خاص بین ہے اسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ عام بھی خاص کی طرح قطعی الدلالت ہے، مفہوم مخالف معتبر نہیں کتاب اللہ پر زیادہ کتاب کا نسخ ہے(۲۳)۔

## ۵- حقیقت اہلِ حدیث

مولانا سلفی لکھتے ہیں: کچھ مدت سے عوام میں ایک مغالطہ کی اشاعت ہو رہی ہے اور اچھے سنجیدہ اور پڑھے لکھے حضرات کو اس میں مبتلا پایا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ: ''اہلحدیث کوئی مکتبِ فکر نہیں بلکہ حفاظ حدیث اور اس فن کے ماہرین کو اہلحدیث کا نام دیا گیا ہے''۔ اس مغالطے کی حمایت ہمارے ملک کی بعض تحریکات نے بھی کی ہے اور بعض کم سواد حضرات نے بھی اپنی تحریروں میں اس خیال کا اظہار فرمایا۔ اس کے دو ہی سبب ہیں۔ قلتِ مطالعہ یا پھر تعصب کے ساتھ سیاہ دلی۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ فنِ حدیث اور اس کے حفظ وضبط کا دل پسند مشغلہ مذاہب اربعہ میں رہا ہے اور ان مکاتب فکر کے علماء فن حدیث اور اس کے خوادم فن رجال اصول حدیث وغیرہ کی خدمت کی۔ لیکن یہ حضرات اس خدمت کے باوجود فہم حدیث کے معاملہ میں اپنے پیش رو امام ہی کے انداز سے سوچتے ہیں جیسے حافظ طحاوی، علامہ ترکمانی، حافظ بیہقی، حافظ بدر الدین عینی، حافظ ابن حجر عسقلانی۔ یہ حضرات حدیث کی بہترین خدمت کے باوجود طریقِ فکر کے لحاظ سے یا فکر کے لحاظ سے حنفی ہیں یا شافعی اس طرح موالک اور حنابلہ میں بھی ایسے خدام حدیث موجود ہیں جو فکر کے لحاظ سے مالکیت یا حنبلیت کے پابند ہیں۔ وہ احادیث کے مفہوم کو سوچتے وقت اپنے آئمہ کی حدود سے آگے نہ بڑھ سکے۔

بلکہ ان کے تحقیقی ارشادات پر غور فرمایئے تو اپنے مخالفین کے خلاف بعض اوقات خاصا تشدد نظر آئیگا اس کے باوجود وہ حدیث کے خادم ہیں۔ لیکن اہلحدیث مکتب فکر ان سے بالکل مختلف ہے۔ یہ وہ جماعت ہے جو اپنے افکار میں ان شخصی پابندیوں سے آزاد ہے وہ مجتہد ہوں یا نہ ہوں لیکن وہ شخصی اجتہادات کے پابند نہیں بلکہ ان بزرگوں کے لئے مواد اور دلائل فراہم فرماتے ہیں۔ خود بھی پیش آمدہ مسائل پر کتاب اللہ اور سنت اور ایمہ سلف کے ارشادات کی روشنی میں غور فرماتے ہیں۔ آئمہ اربعہ کے اجتہادات سے موافقت ہو یا مخالفت، اس کے لیے وہ چنداں فکر مند نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی نظر مصالح پر ہوتی ہے۔

اس کے باوجود لوگ اہلِ حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک باب باندھا ہے''باب الفرق بین اهل الحدیث واهل الرای'' پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''میں نے سنا ہے کہ گروہ صرف دو ہیں، اہل ظاہر اور اہلِ رائے، یہ بات غلط ہے۔ رائے سے عقل او فہم مراد نہیں کیونکہ اس کے سوا تو اہل علم کے لئے کوئی چارہ کار نہیں (یعنی عقل کی ضرورت سب کو ہے خواہ وہ محدث

ہو یا فقیہ) اس طرح رائے سے یہ بھی مرادنہیں کہ کتاب، سنت سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ تو کوئی مسلمان پسندنہیں کرتا اور نہ ہی رائے استنباط اور قیاس پر قدرت کا نام ہے کیونکہ امام احمد، اسحاق بلکہ امام شافعی، سب کے سب قیاس کرتے ہیں اور وہ اہلِ رائے میں سے نہیں۔ اس لئے اہلِ رائے سے مرادصرف وہ لوگ ہیں جو اجماعی اور متفقہ مسائل کے علاوہ متقدمین میں سے کسی بزرگ کے اصولوں پر تخریج فرماتے ہوں اور نظائر کو نظائر پر محمول کرتے ہوں اور معینہ اصولوں کی طرف رجوع کرتے ہوں اور وہ لوگ احادیث وآثار کے تتبع کا تکلف نہیں فرماتے اور ظاہری علماء مثلاً حافظ ابن حزم اور داؤد ظاہری وغیرہ قیاس وآثار کو حجت نہیں مانتے؛ اس لئے محققین اہلِ سنت وہ ہیں جو اہلِ ظاہر اور اہلِ رائے کے مابین ہوں'' (۲۴)۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اہلِ حدیث کتاب وسنت کے ارشادات کو دیکھتے ہیں اور پیش آمدہ مسائل کے نظائر پر غور کرتے ہیں اور جواب تلاش کرتے ہیں اور وہ لوگ اصول فقہ کو چنداں ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ قلبی سکون اور طمانیت کو ملحوظ رکھتے ہیں جیسے تواتر میں اصل چیز عدد رواۃ نہیں بلکہ اصل چیز یقین اور اطمینان ہے (۲۵)۔

شاہ صاحب کے اس ارشاد سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں:

(i) اہل حدیث صرف اہل فن نہیں بلکہ یہ ایک مکتب فکر ہے۔

(ii) فقہائے کوفہ کے علاوہ باقی ائمہ اجتہاد اہلِ حدیث سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اتباع اور مقلدین گو اہل حدیث نہ کہلاسکیں۔

(iii) اہل حدیث قیاس جلی اور نظائر کے حکم کو مانتے ہیں اور اجتہاد واستنباط کے قائل ہیں۔

(iv) اہل حدیث اور اہل ظاہر دو مختلف فکر ہیں اور اہل الرائے ان دونوں سے الگ ہیں۔

(v) اہلِ حدیث کتاب وسنت کے علاوہ صحابہ اور سلف کے ارشادات کو اصل سمجھتے ہیں۔ اور اس پر اپنے فہم اور استنباط کی بنیاد رکھتے ہیں۔

(vi) اہل الرائے مسائل کے استنباط میں مخصوص اہلِ علم کے اصولوں کو پیشِ نظر رکھتے ہیں۔ کتاب وسنت ان کے پیشِ نظر نہیں ہوتے۔

(vii) اہل حدیث مکتب فکر، اہل الرائے اور اہل ظاہر نہیں ہوتے (۲۵-۱)۔

### ۵- افادات حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ:

یہ کتاب مولانا صدر الدین اصلاحی کی تالیف ہے جس میں مولانا مودودیؒ کے ایما پر حجۃ اللہ البالغہ کا

خلاصہ مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے(۲۶)۔

حجۃ اللہ البالغہ کے بعض اہم ابواب کا خلاصہ جسے پانچ عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔ انہوں نے حضرت شاہ صاحب کی افکار کا صرف ترجمہ نہیں لکھا بلکہ حجۃ اللہ البالغہ کا گہرا مطالعہ کر کے شاہ صاحب کی فکر کو اپنی زبان میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ قارئین تک پہنچایا ہے۔

مولانا اصلاحی کے مقالات کو ان کے اختیار کردہ عنوانات کے تحت انتہائی اختصار سے پیش کیا جاتا ہے۔

## ا۔ چوتھی صدی ہجری کا فقہی و مذہبی انقلاب (۲۷):

چوتھی صدی ہجری سے قبل کسی خاص امام کی تقلید کا خیال رائے عامہ کو متاثر نہیں کر سکا تھا اور تقلید شخصی کا شیوع نہیں تھا بلکہ پہلی تینوں صدیوں کے علماء کو شاہ صاحب نے دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔

(i) ارباب روایت واصحابِ حدیث جو کہ ہمہ تن حدیث میں مشغول تھے ان کے ہاں درپیش مسائل کے حل کا طریق کار درج ذیل تھا:

اوّل: یہ کہ احادیث یا آثار صحابہ کی مشہور ومستند روایات کو سب سے زیادہ ترجیح دیتے۔

دوم: جمہور صحابہ اور تابعین کے معروف اقوال کو دلیل راہ بنایا جاتا(۲۸)۔

سوم: یہ کہ اگر اس سے بھی تشفی نہ ہوتی تو متقدمین فقہاء کے اقوال کی طرف رجوع کرتے اور اگر ان کی ایک سے زیادہ آراء ہوتیں تو اس رائے کو ترجیح دیتے جسے قرآن وحدیث کے زیادہ قریب سمجھتے(۲۹)۔

(ii) اصحاب تخریج (مجتہدین فقہاء) جو تخریج اور استنباط میں ہمہ تن مصروف تھے۔ یہ لوگ جہاں پر صریح نصوص نہ پاتے وہاں اپنے اصول کے مطابق اجتہاد کرتے اور اجتہاد کے باوجود یہ لوگ اپنے کبار ائمہ کے مذہب سے منسوب کئے جاتے۔ مثلاً کہا جاتا کہ وہ شافعی یا حنفی ہے(۳۰)۔ لیکن چوتھی صدی ہجری میں علوم شریعت پر ایک طرح کا اضمحلال طاری ہوگیا اور مسلمانوں کے علمی ذوق میں ایک تباہ کن انقلاب برپا ہوا(۳۱)۔

شاہ صاحب نے تین ایسی بیماریوں کی نشاندہی کی ہے۔ جنہوں نے امت مسلمہ کی فکر کو شدید نقصان پہنچایا اور پھر ان بیماریوں کے اسباب پر بھی انہوں نے روشنی ڈالی ہے(۳۲)۔ تین بیماریاں یہ ہیں:

(i) مسائل میں اہلِ علم کا باہمی نزاع اور ہنگامہ آرائی(۳۳)۔

(ii) تقلید جامد پر قناعت کر کے تحقیق کا دروازہ بند کر دیا گیا(۳۴)۔

(iii) اہلِ علم نے علوم وفنون کے اصلی سرچشموں سے بے پرواہی کرتے ہوئے جزوی فنون کی طرف زیادہ

توجہ کی۔مثلاً فقہاء نے اصول فقہ کے دامن کو پھیلا دیا۔اوراپنے امام کی تائید میں جدلی قواعد مدون کئے اور اس کے ساتھ ساتھ مسائل کی فرضی صورتیں لاکران پر دماغی کاوش شروع کردی (۳۵)۔

چنانچہ اختلاف کا یہ فتنہ تاریخ اسلام کے سیاسی فتنے کی شکل اختیار کر گیا اور اندھی اور متعصبانہ تقلید نے جنم لیا۔اور فقہاء نے جزوی فنون اور فروعی مسائل میں محنتیں صرف کیں۔جوں جوں زمانہ گذرتا گیا فتنہ آرائی اور تعصب کے طوفان میں اضافہ ہوتا گیا۔اورفقہاء زبان حال سے یہ کہہ رہے تھے کہ ''وجدنا آبائنا علی امة وانا علی آثارهم مقتدون ''البتہ ہر زمانے میں ایسے لوگ بھی پائے گئے جنہوں نے اعتدال کی راہ کو تھامے رکھا (۳۶)۔

## ۲- اختلافی مسائل اوران کا نقطہ عدل (۳۷):

مولانا اصلاحی نے اس عنوان کے تحت حضرت شاہ صاحب کے بیان کردہ بے شمار حقائق کو ایک مخصوص ترتیب اور جامعیت سے بیان کر دیا ہے اور یہ ایسے اصولی حقائق ہیں جن کے ذریعے شاہ صاحب نے اہلِ علم کی غلط فہمیوں اور باہمی تعصبات کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔اوراسلامی مذاہب اور فرق کو قریب تر کر دیا ہے۔

اس میں دوسری بحث استخراج واجتہاد پر کی گئی ہے اور شاہ صاحب نے ایسے گرانقدر اصول درج کئے ہیں جو بعض فقہاء کی اصولی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو بے نقاب کرتے ہیں۔اس کے بعد محققین اور مجتہدین کے مدارج کو زیر بحث لایا گیا ہے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اختلافی مسائل میں بعض مسائل کی حیثیت یہ ہے کہ بنیادی طور پر ان مسائل میں فقہاء کا اختلاقف راجح اور مرجوح کا تھا مگر بعد میں اس کو حقیقی اختلاف قرار دیا گیا۔مثلاً آمین بالجہر یا بالسر کے متعلق شاہ صاحب فرماتے ہیں اصل میں یہ کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے یعنی اس میں جواز اور عدم جواز کا نہیں بلکہ راجح و مرجوح کا اختلاف ہے۔

## ۳- اسلام کا فلسفہ عمران (۳۸):

شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اگر چہ حیوانات میں بھی طبعاً اجتماعی زندگی موجود ہے مگر انسان کو تین وجوہ سے ان پر برتری حاصل ہے۔

(i) انسان کے اندر جسمانی حاجات کے علاوہ عقلی داعیات موجود ہیں۔مثلاً انسان کو صالح نظام تمدن، تکمیل اخلاق اور تہذیب نفس کی ضرورت ہے۔جن کے حصول کے لئے وہ قریبی منافع اور جسمانی حاجات قربان کر دیتا ہے۔

(ii) انسان اپنی جسمانی وعقلی حاجات پوری کرتے ہوئے حسن وخوبی کے بلند تر مراتب کے لیے بے چین رہتا ہے اس لئے اس کی غذا، لباس، مسکن اور ذوق نظر میں تنوع پیدا ہو جاتا ہے۔

(iii) جب انسان مل کر اپنے حاصل کردہ علوم پر مزید تجربات کرتے ہیں تو ان کی جسمانی اور عقلی حاجات و داعیات کے حسن ونکھار اور اس کے تنوع میں نت نئی شکلیں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور اس میں تسلسل قائم ہو جاتا ہے۔ جس کا اختتام نظر نہیں آتا۔ اور اس کی وجہ سے اس کی حاجات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے (۳۹)۔

انسان کے تمدنی معاملات کو شاہ صاحب نے چار حصّوں میں تقسیم کیا ہے:

(i) تدبیر منزل۔ (ii) کسب معاش۔

(iii) سیاست مدن۔ (iv) فصلِ خصومات (۴۰)۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں ان تمام معاملات کو بہتر طریق پر انجام دینے کے لئے انسان اخلاقی اصول وضع کرتا ہے اور مختلف معاشروں کے لوگ ان ضوابط اور قوانین کی پیروی کرتے ہیں اور شاہ صاحب نے ان اخلاقی اصولوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

(i) الہام شیطانی۔ (ii) **الہام ربانی۔**

پہلی قسم کے اصول خود غرض، نفس پرست، **عیش پسند لوگوں کے خود تراشیدہ ہوتے** ہیں اور دوسری قسم کے اصول وہ لوگ اپناتے ہیں جو شائستگی، طہارت اور حسن **معاملہ کے خوگر ہوتے ہیں** (۴۱)۔ ان تمام حقائق کے پیش نظر اجتماعی طور پر انسانوں کو اپنے مسائل کے حل کے لئے **حکماء وعلماء کی ضرورت** پڑتی ہے اور علماء دو قسم کے ہیں:

(i) وہ جو اپنی ذاتی فکر سے حکمت دریافت کرتے **ہیں مگر ان کی حکمت** میں نفسانی وساوس کی آمیزش ہوتی ہے۔

(ii) دوسرے وہ جو ذاتی فہم پر اکتفا نہ کر کے ملاء اعلیٰ **سے علم** وحکمت حاصل کرتے ہیں۔ انبیاء کرام کی بعثت کا یہی مقصد ہے کہ وہ تمام انسانوں کو اور خصوصاً رہنماؤں **کو ربانی حکمتوں** سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ لوگ اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے عبادات کے صحیح طریقے سیکھ سکیں **اور زندگی گزار**نے کے جن اخلاقی اصولوں کی ضرورت ہے وہ بھی رب تعالیٰ کی ہدایات ہی سے حاصل کریں **(۴۲)**۔

یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام نے تمدنی معاملات میں انسان کو نہایت اعلیٰ تعلیمات دیں تاکہ ہر انسان کو اپنی انفرادی ضروریات بھی مکمل طور پر حاصل ہوں اور اسے اجتماعی زندگی میں ایسے اصول عنایت کئے

جائیں جن کی رعایت رکھنے سے اس کی ازدواجی زندگی، خاندانی روابط، تجارت، زراعت اور صنعت میں مکمل تحفظ حاصل ہو، جرائم اور جھگڑوں کی روک تھام ہو اور انہیں ایسے سیاسی نظم میں پرو دیا جائے کہ ہر جگہ خوشحالی اور تروتازگی نظر آئے اور انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر دنیاوی اور اخروی فلاح پائے (۴۳)۔

اسلام سے قبل رومیوں اور عجمیوں کو جب خلافت ملی تو انہوں نے الہامات اور نفس پرستی کے اصولوں کو اپنا کر تمام لوگوں کی اجتماعی زندگی دوبھر کردی اور نبی آخر الزمان ﷺ نے الٰہی اصولوں کو اپنا کر ان کی سرداری اور سیاست کا استیصال کیا اور یہ اعلان فرمایا کہ "هلك كسرىٰ فلا كسرى بعده، وهلك قيصر فلا قيصر بعده" اور اس کی برکت سے انسانی معیشت اور اجتماعی تمدن کی تمام گمراہیاں مٹادی گئیں (۴۴)۔

## ۴- اسلامی قانون معیشت، اس کی روح اور اس کے اصول:

مولانا اصلاحی فرماتے ہیں شاہ ولی اللہ نے سب سے پہلے انسانی تمدن کے بگاڑ کی اصل بنیاد امراء کی نفس پرستی کو قرار دیا ہے کہ جب زندگی کی بنیادی ضروریات کی بجائے تسکین نفس، رقص وسرود، رنگ برنگ کے قیمتی اور منقش ملبوسات، دلفریب زیورات، اونچے ایوانات، فرنیچر اور دیگر اسرافات کی قومیں عادی ہو جاتی ہیں تو بدقسمتی سے کاروباری لوگوں کی اکثریت ثانوی درجے کے وسائل زندگی بلکہ تعیشات واسرافات کی صنعت میں مصروف ہو جاتی ۔ہے اور ضروریات زندگی اور اہم ترین وسائل معیشت اور مفید تر مشاغل تمدن متروک ہو جاتے ہیں بلکہ جو لوگ ضروریات زندگی تیار کرنے کے پیشے اختیار کرتے ہوں انہیں گھٹیا انسان سمجھ کر ان کی گردن ٹیکسوں کے ناقابل برداشت بوجھ کے نیچے دبادی جاتی ہے اور امراء اپنی بے شمار دولت کو لوازمات عیش وعشرت کی فراہمی پر صرف کرتے ہیں (۴۵)۔

اس کے بعد معیشت کے اصول ومبادی بیان کئے کہ کائنات کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے منازعات کے سدّباب کے لئے ہر قابض شخص کی ملکیت کو قبول کیا ہے۔ ویسے تو ساری زمین درحقیقت مسجد یا سرائے کی حیثیت رکھتی ہے جو نمازیوں اور مسافروں کے لئے وقف ہے مگر پہلے آ کر جو شخص کسی گوشے میں قبضہ کرے اسے ملکیت کے حقوق حاصل ہوں گے۔

پھر شاہ صاحب نے اہم ترین مفسدات تمدن کا ذکر کیا ہے کہ ہر وہ ذریعہ معاش جو اسلامی اصولوں سے بے گانہ اور مخالف ہو وہ ممنوع قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تجارت کے بے شمار انواع واقسام کو اسلام میں مذموم اور مضرت رساں قرار دیا گیا۔ جیسے ربا کو اسلام نے حرام اور بیع کو حلال قرار دیا ہے کیونکہ بیع میں تمدن کے لئے زندگی

ہے اور ربا میں تمدن کی موت ہے۔ اگر چہ ربا بھی بظاہر بیع کی طرح تراضی طرفین سے ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس میں تراضی نہیں بلکہ جبر اور ظلم شامل ہوتا ہے۔

ربا کی طرح قمار میں تمدن کی ہلاکت ہے۔ تعاون اور تراضی کی روح دونوں میں مفقود ہے۔ ان کی بجائے طمع، حرص، خودغرضی، زر پرستی، جہل اور تمنائے باطل کے رذیل محرکات جو تمدن کے مصالح اور دنیا بسر کرنے کے پسندیدہ اطوار اور ضروری وسائل کو تاراج کر دیتے ہیں، اس کی تہہ میں کام کرتے ہیں اور پھر جھگڑے، لڑائی اور قطع رحمی کے لازمی نتائج معرض وجود میں آتے ہیں۔

کسب معاش کے لئے اسلام نے مذکورہ دونوں چیزوں کا دروازہ بند کر دیا۔ یہاں تک کہ جہاں سود یا جوئے کا خفیف شائبہ بھی موجود ہوا سے بھی حکماً روک دیا گیا۔ مثلاً بیع مزابنہ، محاقلہ، ملامسہ، منابذہ، بیع حصاۃ، نیز خشک کھجور کی تر کھجور کے ساتھ بیع اور اس طرح کی تمام بیوع کو ناجائز قرار دیا گیا (۴۶)۔

آخر میں خرید و فروخت کے مزید قوانین، اصولی پابندیوں، ناجائز شرائط، ناپ تول کی کمی، نرخوں کا تقرر، قرض، مضاربت کے احکام، مصارف زکوٰۃ، صدقہ اور ہدیہ کا فرق اور وصیت کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔

## ۵- دین میں تحریف اور بدعت کے اسباب:

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ دین تمام سابقہ ادیان کے لئے ناسخ بن کر آیا۔ اس کی ہمہ گیر اور عمومی دعوت کے تحت مختلف استعداد اور مختلف اغراض و مقاصد کے لوگوں نے چونکہ جمع ہونا تھا اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس دین کامل کو ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رہ جانے کا اہتمام کیا جاتا۔ چنانچہ شارع علیہ السلام نے اسباب تحریف سے متنبہ کیا اور جن جن راستوں سے دین کی تبدیلی کا امکان تھا وہ راستے بند کر دیئے گئے۔

شاہ صاحب نے سات چیزوں کو اسباب تحریف میں شمار کیا ہے:

(i) تہاون: یعنی شرعی احکام سے بے پرواہی کہ اہل علم کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہو جائیں جو شہوات کی پیروی سے شریعت میں کاہلی کا ثبوت دیں، دین کی اشاعت کا اہتمام چھوڑ دیں اور صاحب شریعت کے فرامین کو غیر محفوظ قرار دیں اور کتاب اللہ کو کافی سمجھیں۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ جب طعام و شراب سے بد مست انسان اپنے تخت پر بیٹھ کر یہ کہے گا قرآن کو مضبوطی سے تھام لو اور صرف قرآن کے حرام کو حرام جانو اور قرآن کے حلال کو حلال جانو اور بس، اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا حالانکہ اللہ کے رسول کی حرام کردہ

اشیاء کی حرمت بھی ویسے ہی قطعی ہے جیسے اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کی حرمت ہے۔

اسی طرح اغراض و مفادات کو حاصل کرنے کے لئے نصوص میں من گھڑت تاویلات کرنا اور حق کو چھپانا بھی تہاون کی ایک شکل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''جو لوگ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو چھپاتے ہیں اور اس کے عوض تھوڑا سا معاوضہ قبول کرتے ہیں وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں'' (۴۷)۔

تہاون کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ فکری بے راہ روی، آزاد روی اور منکرات و فواحش کے پھیلنے پر خاموش رہنا اور اصلاح کی تدابیر اختیار نہ کرنا۔

(ii) تعمق: شاہ صاحب نے تعمق سے یہ مراد لیا کہ خواہ مخواہ اور بلا ضرورت نصوص کے اندر بال کی کھال اتارنا اور من پسند تاویلات کر کے نئے مسائل پیدا کرنا اور صریح نصوص سے روگردانی کرنا۔

(iii) تشدد: مثلاً سخت اور شاق ریاضات و عبادات اختیار کرنا اور دین میں بلا وجہ تکلفات سے کام لینا۔ اسی طرح سنن و آداب کو واجب کا درجہ دے کر ان کے التزام و اہتمام کو رواج دینا۔

(iv) استحسان: اس سے جاہلانہ قیاس آرائی مراد ہے۔ مثلاً شرعی احکام میں اپنی مرضی کے مطابق کسی حکمت و مصلحت کا تعین کر کے اپنی فہم کے مطابق شرعی دفعات میں تبدیلی پیدا کرنا جیسے کہ یہود نے حدود شرعیہ کا مقصد امن قائم کرنا تصور کر لیا تھا اور بدکاری کی سزائے شرعی یعنی رجم کو فساد کا موجب سمجھ لیا اور اس کی بجائے مجرم کا منہ کالا کرنا اور اسے کوڑے مارنا تجویز کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ان کے اس فعل کو تحریف قرار دیا۔

اسی لئے امام حسن بصری فرماتے ہیں کہ ابلیس نے سب سے پہلے قیاس کیا اور کہنے لگا ''خلقتني من نار وخلقته من طين'' (۴۸)۔

(v) اتباع اجماع: شاہ صاحب نے اتباع اجماع سے یہ مراد لیا کہ شریعت کو حجت قرار دینے کی بجائے محض علماء کے جمع ہونے کو شرعی حجت قرار دینا۔ حالانکہ کتاب و سنت ہی اصل حجت ہے۔ علماء کی آراء بذات خود حجت نہیں بلکہ کتاب و سنت سے استنباط کر کے جو اجماع قائم ہو وہ حجت ہوتا ہے۔

(vi) تقلید کورانہ: یعنی کسی غیر معصوم انسان کی رائے کو نصوص شرعی کے مقابلے میں ترجیح دینا۔ اور اس کے قول کی بنا پر کتاب و سنت کو رد کر دینا۔

(vii) خلط مذاہب: اس سے مراد یہ کہ بعض لوگ پہلے کسی اور مذہب پر ہوتے ہیں پھر اسلام سے متاثر

ہوکر اسے قبول کر لیتے ہیں مگر سابقہ نقوش کا اثر ان پر باقی رہتا ہے؛ اسی طرح موروثی مسلمانوں پر بھی کفر کی تعلیم، تہذیب وثقافت کے اثرات پڑتے رہتے ہیں اور بعض نافہم لوگ کفریہ امور کو اسلام سے جوڑنے کی سعی لا حاصل میں مصروف ہو جاتے ہیں جیسے اسرائیلی علوم و روایات، جاہلیت کے اقوال، فلسفہ یونان، تاریخ ایران، علم نجوم، رمل اور علم کلام وغیرہ۔

یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے تورات پڑھی گئی تو آپ سخت ناراض اور خفا ہوئے۔

## ٦- ارمغان شاہ ولی اللہ:

یہ کتاب پروفیسر محمد سرور کی تالیف ہے، جنہوں نے مولانا عبیداللہ سندھی سے ولی اللٰہی افکار کی تعلیم حاصل کی۔

اس تالیف میں انہوں نے فکر ولی اللہ کا ایک جامع خلاصہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر افسوس کہ افکار کو شاہ صاحب کی اصل کتب سے بیان کرنے کی بجائے اکثر حضرت شاہ صاحب کی کتب کے تراجم پر کفایت کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں حجۃ اللہ البالغہ کے علاوہ شاہ صاحب کی درج ذیل تصانیف سے بھی استفادہ کیا گیا ہے:

- الانصاف فی بیان سبب الاختلاف - تفہیمات الٰہیہ
- ہمعات - القول الجمیل
- ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء - الخیر الکثیر
- البدور البازغہ - السر المکتوم فی اسباب تدوین العلوم
- المسوی شرح المؤطا (عربی) - فیوض الحرمین
- تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء - انفاس العارفین
- حسن العقیدہ

پہلے ایک کتاب کا خلاصہ یا کتاب کے بعض ابواب کا مکمل ترجمہ سپرد قلم کرنے کے بعد پھر دوسری کتاب کا خلاصہ یا ترجمہ لکھا گیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ سے انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ اخذ کیا ہے۔ اسے چار عنوانات کے تحت درج کیا گیا ہے:

(i) دین حکمت (۴۹) (ii) علم الحدیث (۵۰)

(iii) اخلاقی واجتماعی حالات(۵۱) (iv) مثالی ملت کا تصور(۵۲)

۱- دین حکمت:

اس عنوان کے تحت انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ کے حصہ اوّل کے بعض منتخب حصّوں کوانتہائی اجمال سے بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

سب سے پہلے حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھا ہے۔اس کے بعد اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے ''حقیقت نبوت اوراس کے خواص'' کے عنوان کے تحت حجۃ اللہ البالغہ کے باب سیاسیات ملیہ کے چند اقتباسات دیئے ہیں۔پھر تمام انبیائے کرام کے ایک ہی دین سے تعلق رکھنے کو بیان کر کے ہر زمانے کی شریعتوں کا فرق واضح کیا ہے۔

پھر حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل کے تیسرے مبحث کو بیان کرتے ہوئے یہ عنوان دیا گیا ہے''ارتفاقات کا قیام اور رسوم کی اصلاح''۔اس میں انسانی معاشرہ کے ارتقائی مراحل اور چاروں ارتفاقات کو اختصار کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کے حکیمانہ بیانات کے لئے صرف دو عنوانات مزید قائم کئے گئے ہیں ''مذہبی آسانیاں'' اور ''ایک ایسے دین کی ضرورت جو تمام ادیان کا ناسخ ہو''۔اس باب پر انہوں نے اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔

۲- دوسرے عنوان ''علم الحدیث'' میں وضاحت کی ہے کہ یہ باب حجۃ اللہ البالغہ سے ماخوذ ہے(۵۳)۔
چنانچہ اس عنوان کے تحت انہوں نے جو ذیلی عنوانات دیئے ہیں وہ یہ ہیں:

(i) علم حدیث کی اہمیت۔

(ii) بعثت نبوی کے وقت عرب کی حالت۔

(iii) علوم الٰہی کی اقسام۔

(iv) مصالح اور شرائع میں فرق۔

(v) اخذ شریعت کے دو طریقے۔

(vi) کتب حدیث کے طبقات۔

(vii) کتاب وسنت سے شرعی معانی سمجھنے کی کیفیت۔

(viii) امام مالک اوران کی کتاب مؤطا۔

ان عنوانات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے مؤلف نے علم حدیث کے متعلق شاہ صاحب کے اصولی مباحث کا خلاصہ پیش کیا ہے۔جس سے شاہ صاحب کی کتب کا مطالعہ کرنے اوران کے مؤقف کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔

۳۔ ''اخلاقی و اجتماعی حالات'' کے عنوان میں مؤلف نے حجۃ اللہ البالغہ کے ایک باب سے چند اقتباسات نقل کئے ہیں۔جن میں رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت عجمیوں اور رومیوں کے حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے عہد کے ملوک وسلاطین کی بے راہ روی کو ذکر کیا ہے۔اور وہ فرماتے ہیں کہ اگر تم آج اپنے شہروں کے فرمانرواؤں پر غور وفکر کرو گے تو ان کی حالت تمھیں عجمیوں اور رومیوں کے قصص بیان کرنے سے بے نیاز کر دے گی۔

۴۔ ''مثالی ملت کا تصور'' کے عنوان کے تحت شاہ صاحب کی معروف تصنیف البدور البازغہ کی صرف ایک فصل کا اردو ترجمہ لکھا ہے اوراس کے بعض حقائق کو سمجھنے کے لیے حواشی میں حجۃ اللہ البالغہ کے بعض مضامین بھی نقل کر دیئے ہیں جن میں احسان، تدبیر منزل، ارتفاقات نوامیس الٰہیہ، ساحت اور نسمہ وغیرہ پر گفتگو کی گئی ہے(۵۴)۔

## ۷۔ شاہ ولی اللہ کی تعلیم (مؤلفہ پروفیسر غلام حسین جلبانی):

مؤلف کا بھی مولانا عبیداللہ سندھی کے حلقہ سے تعلق ہے۔قرآن کے عنوان کے تحت بعض جگہ حجۃ اللہ البالغہ سے استشہاد کیا ہے۔قرآن کے عنوان میں ''الفوز الکبیر'' تفہیمات الالھیہ، ازالۃ الخفاء، اور فتح الرحمٰن (ترجمہ قرآن) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

بعدازاں پروفیسر جلبانی نے حجۃ اللہ البالغہ کے مضامین کو نو عنوانات کے تحت مرتب کیا ہے:

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۔ علم الحدیث | ۲۔ فقہ | ۳۔ تصوف | ۴۔ نبوت |
| ۵۔ شریعت | ۶۔ سیاست | ۷۔ ارتفاقات | ۸۔ ماوراءالموت |
| ۹۔ فلسفہ۔ | | | |

پروفیسر جلبانی کے بیان کردہ حقائق اختصار کے ساتھ کچھ یوں ہے۔

## ۱- علم الحدیث:

حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں علم حدیث کے اسرار ورموز کے فہم سے متعلق شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں ''یہ زید وبکر کے بس کا روگ نہیں بلکہ یہاں تو ایسے صاحب نقد ونظر کی ضرورت ہے جو علوم شرعی اور فنون الٰہی میں طاق ہونے کے ساتھ، فن نقد میں بھی بلند پایہ ہوتا کہ وہ اصول وفروع کی بنیاد کو سمجھے اور پوشیدہ حکمتوں کو عقلی ونقلی دلائل سے اجاگر کرے''۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں احادیث کی کتب میں درجہ بندی بہت ضروری ہے اور درجہ اول میں مؤطا امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو بیان فرمایا اور درجہ دوم میں سنن ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کو ذکر کیا اس طرح درجہ سوم اور چہارم کا ذکر کیا اور فرمایا اگر درجہ بندی کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو تمام ذخیرہ حدیث کو برابر طور پر لائق ثقات سمجھا جانے لگے گا۔ اور ایسے میں اختلافات مزید بڑھ جائیں گے۔ یہاں تک کہ روافض اور معتزلہ بھی اپنی تائید میں احادیث لائیں گے (۵۵)۔

ایک حدیث ہے کہ شہداء کی ارواح سبز پرندوں میں رکھی جاتی ہے، ان کے قفس (پنجرے) عرش معلیٰ سے لٹکے ہوتے ہیں۔

اس کی تشریح میں شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شہید کا نسمہ مکمل رہتا ہے وہ اگر عالم ہو تو اس کا علم زائل نہیں ہوتا۔ شہید کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص جو اپنے کاموں میں مشغول ہو اور اس پر نیند غالب آجائے۔ اس کے برعکس جو شدید بیمار ہو کر مرجائے اس کے مزاج میں تغیر آجاتا ہے۔ اور ان تمام باتوں میں سے اکثر کو فراموش کر دیتا ہے جن میں وہ مشغول ہوتا ہے۔ شہید کی روح رحمت الٰہی سے قائم رہتی ہے، وہ رحمت الٰہی جس سے حظیرۃ القدس ملائکہ معمور ہوتے ہیں وہ اسے گھیر لیتی ہے اور اس پر انس وراحت کی بارش ہوتی رہتی ہے وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے آپ کو عرش پر پاتا ہے (۵۶)۔

ایک حدیث ہے ''کل مولود یولد علی الفطرۃ'' اس کے متعلق شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ انسان کی خاص شکل ہے یعنی کھلی جلد، سیدھا قد، ناخن کی مخصوص صورت، ہنسنا، بولنا ہو تمام مخلوق کے مقابلے میں مخصوص علم، عقل اور ادراک کا ہونا اور دل میں خدا کی پہچان تاکہ وہ اپنے مالک کی عبادت کرتا رہے۔ اس کے علاوہ انسان کو اللہ نے ترقی کرنے کی صلاحیت دی اور اسے علم بھی عطا کیا۔

اب اگر والدین بچے کو گمراہ نہ کریں تو بچہ اسی فطرت پر ہی رہے گا (۵۷)۔

۲- فقہ:

تمام فقہی کتب اور مجموعے جو آج ایک کثیر تعداد میں ہمیں نظر آتے ہیں فی الواقع بعد کے لوگوں کی ایجادات ہیں ایک سرسری سی نظر اس حقیقت کو جانتی ہے کہ لوگوں کے مختلف اقوال کو شد و مد کے ساتھ بیان کرنا، ایک مخصوص شخص کے مذہب پر فتویٰ صادر کرنا، اس کے قول کو اختیار کر کے اس کے مذہب و مسلک پر اعتماد کرنا در اصل پہلی اور دوسری صدی ہجری کے مسلمانوں کا دستور یا وطیرہ نہ تھا۔

چوتھی صدی ہجری میں فقہاء کے اختلافات بڑھ گئے، اور کسی خاص امام کی تقلید زور پکڑ گئی فقہ میں شاہ صاحب نے تقلید کی شدید مذمت کی اور تقلید کے ضمن میں ارباب فقہ کے غلو کو توڑنے کی کوشش فرمائی۔ یہی وجہ ہے آپ نے مطالعہ حدیث پر زور دیا (۵۸) احناف نے سمجھا کہ امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے اختلاقات کی بنیادی وجہ وہ اصول ہیں جو اصول بزدوی وغیرہ میں درج ہیں حالانکہ بہت سے اصولوں کا تعلق ان حضرات سے نہیں ہے (۵۹)۔ شاہ صاحب نے مثالوں سے حنفیوں کے وضع کردہ اصولوں پر تنقید کی۔ شاہ صاحب نے کہا جو اجماع قرآن و سنت کے خلاف ہو وہ نامعتبر ہے (۶۰)۔

۳- تصوف:

انسان کی تخلیق کچھ اس طرح ہے کہ وہ حظیرۃ القدس سے مل کر الہام حاصل کر سکتا ہے (۶۱)۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں ایک صوفی راہِ خدا میں سفر کرتا ہے تو ایک روحانی مقام پر جا پہنچتا ہے اور اس کا حال اس کے مقام کا ثمر ہے۔ مثلاً جب صوفی خواہش نفس ترک کرتا ہے تو یہ ایک مقام ہے اور اس کی نورانیت جو دل میں پیدا ہوتی ہے وہ اس کا حال ہے (۶۲)۔ مگر صوفی کے احوال کو دوام حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ کم یا زیادہ ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت حنظلہؓ اسیدی نے حضرت ابو بکر صدیقؓ سے کہا کہ میں حضور اکرم ﷺ سے دور ہو کر اپنے آپ کو منافق سمجھتا ہوں تو حضرت ابو بکر نے بھی یہی کہا (۶۳)۔

لطائف صوفیہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ انسان کے اندر تین اعضاء رئیسہ ہیں:

۱- قوت ادراک کے لئے دماغ۔ ۲- غصہ اور انبساط کے لئے دل۔

۳- تمام اشیاء کی طلب کے لئے جگر۔

اور انہیں اعضاء کے باطنی خصائص کو لطائف کہتے ہیں (۶۴)۔

### ۴- نبوت:

ضرورت نبوت یہ ہے کہ جب نوع انسان ہلاکتوں میں مبتلا ہوتی ہے تو ایک جلیل القدر شخص کو جملہ کمالات سے معمور کر کے مبعوث کیا جاتا ہے اس مردکامل کو ایسا علم دیا جاتا ہے کہ اس کا یہ علم تمام لوگوں کی کامیابی کے لئے کافی ہو(۶۵)۔

شاہ صاحب نے فرمایا حقیقت معراج یہ ہے کہ عالم مثال اور عالم شہود کے مابین اس کا ظہور ہوا۔ جسم پر روح کے احکام چھا گئے، روحانی معانی اجسام کی صورت میں متمثل ہو گئے۔ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک جانے سے مراد یہ کہ آپ ﷺ قرارگاہ خداوندی تک منزل بہ منزل قریب ہوتے گئے(۶۶)۔

فرمایا سدرۃ المنتہیٰ شجرہ کون و وجود کا نام ہے جس کے تمام اجزاء مربوط ہیں۔ اس کی طاقتیں ایک نظام کے تحت مجتمع ہیں۔ جیسے ایک درخت کی ڈالیاں، پتیاں، اس کا غذائی نظام اور اس کی نشو ونما کا نظام مجتمع ہوتا ہے(۶۷)۔

### ۵- شریعت:

پروفیسر غلام حسین جلبانی لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب کے بقول دین بذاتہ صرف ایک ہے اور تمام پیغمبروں کی شرائع کا فرق انسان کی نوعی استعداد کے سبب سے ہے(۶۸)۔

نوع انسانی پر جب کوئی شریعت عائد کی جاتی ہے تو اس لئے کہ خود انسان کی اپنی نوعی خصوصیت اس کی جویا ہوتی ہے۔ یہ اللہ کی خاص مہربانی ہے کہ اس کی شریعت میں رشد وہدایت انسان کے لئے ان گنت پہلو ہوتے ہیں جس طرح نباتات میں ہر درخت کی تمام خوبیاں اس کی نوعی صورت کی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔ پھر حیوان میں احساس کی صلاحیت موجود ہے اور اس میں حرکت پائی جاتی ہے۔ ہر نوع حیوانی میں جو اختلاف ہے وہ اس کی نوعی صورت کا تقاضا ہے۔ اور حیوانی علوم الہامی ہیں، ان میں کسب کا دخل ہرگز نہیں۔ انسان کو کچھ زائد علوم حاصل ہوتے ہیں، وہ اکتساب بھی کرتا ہے اور اسے ادراک بھی حاصل ہے وہ مابعد الطبیعاتی نہج پر غور کرتا ہے کہ اس کا رزاق کون ہے؟ بالآخر وہ خالق کا اقرار کر لیتا ہے اور اظہار تشکر کے لئے وہ سربسجود ہو جاتا ہے(۶۹)۔

### ۶- سیاست:

ہر زمانہ میں اسلام کے غلبہ کے لئے خلافت کبریٰ کا ظہور لازم ہے(۷۰)۔ تاکہ قومی حکومتیں مٹا دی جائیں اور اقوام عالم میں اجتماعیت و وحدت قائم ہو اور انسانیت کو امن وسکون ملے۔

شاہ صاحب نے لکھا کہ اسلامی صداقت کے غلبہ کے لئے تلوار کافی نہیں بلکہ دلائل سے اسلام کی عمدگی، تسہیل، خوبی اور اسلام کا نفع بخش ہونا ثابت کرنا اور اسے عام کرنا ضروری ہے تاکہ اسلام کو علم و عقل سے بھی قبول کریں (۷۱)۔

غلبہ اسلام کے لئے جہاد بھی لازم ہے۔ جب تک مسلمان مجاہد رہا فتح و کامرانی اس کے قدم چومتی رہی (۷۲)۔

## ۷- ارتفاقات:

پروفیسر جلبانی شاہ صاحب کے ارتفاقات اربعہ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ارتفاق اول سے مراد یہ ہے کہ انسانوں کے معاشرے میں بنیادی ضروریات مہیا کی جائیں اور بنیادی ضروریات کو انسان کی فطرت میں الہام کہا گیا تھا اگر قدرت کی طرف سے یہ الہام نہ ہوتا تو نفس انسانی میں تعطل پیدا ہو جاتا (۷۳)۔

ارتفاق دوم سے مراد خاندانی زندگی کو بہتر طریقے پر قائم رکھنا ہے اور اس لحاظ سے مرد، بمقابلہ عورت، زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے کیونکہ مرد اپنے اندر مشکلات سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت پاتا ہے۔ بہر حال شاہ صاحب کے بقول مرد و عورت مل کر یہ کام کریں گے (۷۴)۔

اس اعتبار سے ملکیت اور مملوکیت کے رشتہ کو قائم رکھنا بہت ضروری ہے اور اسی راہ سے غریبوں کی مدد اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی جیسے کردار رونما ہوتے ہیں (۷۵)۔

ارتفاق سوم یہ کہ سیاسی طور پر مختلف شہروں کے باشندوں کے باہمی تعلقات کو بہتر کیا جائے؛ اس لئے حاکم کو مردم شناس، اور صاحب نظر ہونا بہت ضروری ہے (۷۶)۔

ارتفاق چہارم یہ ہے کہ مختلف قوموں میں اچھے تعلقات پیدا ہوں اور تعصبات کا قلع قمع کر دیا جائے۔ حکمرانوں کا نصب العین بن جائے کہ وہ عدل قائم کریں اور جاندار سیاسی نظام رائج کریں (۷۷)۔

لیکن جب ٹیکسز زیادہ لگائے جائیں اور معیشت پر بعض لوگوں کی اجارہ داری قائم ہو جائے اور حکمران اسے کنٹرول نہ کر سکیں تو معاشرہ تباہ ہونا شروع ہو جاتا ہے (۷۸)۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں جب اس طرح کے حالات پیدا ہو جائیں اور قوم کی ہلاکت صاف دکھائی دے رہی ہو تو انقلاب لانے کے لئے جہاد کرنا لازم ہو جاتا ہے (۷۹)۔

### ۸- ماوراء الموت:

شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ موت کے بعد کی زندگی اتنی گنجلک نہیں ہے کہ عقل اس کا احاطہ نہ کر سکے (۸۰)۔

شاہ صاحب نے روح کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ نے فرمایا" وما اوتیتم من العلم الا قلیلا "(۸۱) تو اس سے یہ معنی نکلتا ہے کہ روح کا کچھ نہ کچھ علم انسان کو بھی ہو سکتا ہے۔ پھر شاہ صاحب نے روح کی وضاحت کی ہے کہ انسانی جسم میں چار عناصر ہیں اور ان تمام عناصر کا مرکب ایک لطیف بخار ہے۔ جو پورے جسم پر محیط ہے جو جسم کے تمام اعمال و حرکات کے لئے ہر عضو کو حرکت دیتا ہے۔ اس بخار کا نام "نسمہ" ہے۔ یہ نسمہ ایک حس رکھتا ہے۔ جس سے وہ سنتا ہے، چکھتا ہے اور یہ نسمہ مسلسل پیدا ہوتا رہتا ہے۔ جب کوئی جسم بیمار ہو تو نسمہ کی پیدائش رُک جاتی ہے اور اس کے رکنے سے زندگی رُک جاتی ہے مگر موت کے بعد یہ نسمہ ختم نہیں ہو جاتا بلکہ یہ جسم میں خاص انداز سے قائم رہتا ہے اور موت کے بعد اس کو ایک مثالی جسم مل جاتا ہے۔ یہ نسمہ اصل روح کے لئے سواری کا کام دیتا ہے اور موت کے بعد یہ نسمہ اپنی روح سے تعلق قائم رکھتا ہے (۸۲)۔

شاہ صاحب کے نزدیک عالم قبر کی مثال نیند کی ہے (۸۳)۔ اور عالم برزخ عالم دنیا کا تتمہ ہے (۸۴)

پھر قیامت کے روز انسان کو جو جسم دیا جائے گا وہ دنیاوی جسم کی مثل ہوگا (۸۵)۔

اور جن لوگوں کے پاس شریعت کا علم نہ پہنچ سکا اور کفر کی حالت میں مرے تھے ان کو جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا بلکہ ان کا مقام اعراف ہوگا (۸۶)۔

### ۹- فلسفہ:

شاہ صاحب نے ایک عالم مثال کا تصور دیا ہے وہ لکھتے ہیں کائنات کی مرکزی قوت "تجلی اعظم" ہے جو شخص اکبر کے دماغ سے اس کے قلب (عرش) پر اترتی ہے۔ عرش کے نیچے "انسان اکبر" ہے جس سے تجلی اعظم کا تعلق ہے۔ نوع انسانی انسان اکبر کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ اسی طرح ہر نوع کی مخلوق کا امام بھی وہاں موجود ہوتا ہے اور ہر نوع کا اپنے امام سے تعلق ہوتا ہے جیسے زمین کے تمام ذرات کا اپنے مرکز سے کشش کا تعلق ہے۔ انسان اکبر کے مسکن کو حظیرۃ القدس کہا جاتا ہے۔ اس مقام پر صرف انبیاء اور ملائکہ اور کاملین کی ارواح کی رسائی ہو سکتی ہے۔ اور سب کا قبلہ تجلی اعظم ہوتا ہے (۸۷)۔

## ۸- حکمت دین حضرت امام غزالی کی نظر میں:

یہ پنجاب یونیورسٹی میں ۲۰۰۰ء میں ایم فل کی ڈگری کے لئے لکھا ہوا حمیرا اشرف کا تحقیقی مقالہ ہے اور اس کے نگران حافظ ڈاکٹر محمود اختر ہیں۔ یہ مقالہ مقدمہ اور چھ ابواب پر مشتمل ہے:

مقدمہ میں موضوع کا تعارف اور حکمت کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

باب اوّل: امام غزالی کے احوال و آثار۔

باب دوم: علم عقائد کے اسرار و حکم۔

باب سوم: ارکان اسلام کے اسرار و حکم۔

باب چہارم: تزکیہ نفس کے اسرار و حکم۔

باب پنجم: معاملات و معاشرت کے اسرار و حکم۔

باب ششم: دورِ حاضر کا خصوصی فکری پس منظر۔

یہ مقالہ امام غزالی کی تصنیف احیاء العلوم سے متعلق ہے مگر احیاء العلوم اور حجۃ اللہ البالغہ دونوں کا موضوع اسرار و رموز شریعت اسلامیہ ہے۔ اس وجہ سے مقالہ نگار نے بعض مقامات پر فکر غزالی کا باقی مفکرین اور بالخصوص شاہ ولی اللہ کی تعلیمات سے تقابلی جائزہ لینے کی بھی کوشش کی ہے۔ اگر چہ اس انداز کو مقالہ نگار نے پوری طرح نہیں اپنایا۔ اگر وہ یہ کام اچھے طریقے سے کر لیتیں تو یہ عظیم الشان علمی کام ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے تقابلی تجزیہ کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کی حجۃ اللہ البالغہ کا ایک نئے انداز سے مطالعہ کیا ہے جس سے دونوں ائمہ کی فکری ہم آہنگی اور ان کی آراء کا فرق کسی نہ کسی حد تک سامنے آ جاتا ہے۔

اس مقالہ کے تین ابواب میں حجۃ اللہ البالغہ سے استفادہ کیا گیا ہے اور وہ ابواب یہ ہیں:

۱- باب دوم جو کہ علم عقائد کے اسرار و رموز سے متعلق ہے۔ اس میں ایک جگہ پر لکھتی ہیں کہ شاہ صاحب نے فرمایا علم کے تین شعبے ہیں اور علم انہیں شعبوں پر مشتمل ہے اور اس کے علاوہ باقی باتیں لغو ہیں اور وہ تین شعبے یہ ہیں:

۱- قرآنی محکم آیات۔ ۲- سنت قائمہ۔ ۳- فریضہ عادلہ۔

شاہ صاحب نے لکھا ہے محکمات سے مراد قرآن کے الفاظ و محاورات کا علم ہے تا کہ اہل علم محکم اور متشابہ کا فرق کر سکیں اور دونوں کے مابین تطبیق یا توقف اختیار کر سکیں۔ اسی طرح اسباب نزول، ناسخ و منسوخ اور

غریب القرآن کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔

سنت قائمہ سے مراد صحیح احادیث ہیں جو منسوخ ومتروک العمل نہ ہوں۔ جبکہ فریضہ عادلہ سے مراد لوگوں کے مابین عدل سے فیصلے کرنا اور میت کے ورثاء کو قرآن کے مطابق ان کے حصص دینا ہے(۸۸)۔

اس باب میں ایمان کی اقسام بیان کرتے ہوئے مفکرین کی آراء کا تقابل کیا گیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ شاہ صاحب کے نزدیک ایمان کی دو اقسام ہیں۔

۱- ایسا ایمان جس میں صاحب ایمان ظاہری اعمال بجالاتا ہے۔ جس طرح کہ حدیث میں ہے کہ جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رُخ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے اس کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے ذمہ میں لے رکھا ہے۔ لہذا اس صاحب ایمان کی ضروریات زندگی کو دنیاوی تحفظ حاصل ہوجاتا ہے۔

۲- ایمان کی دوسری قسم وہ ایمان ہے جس پر آخرت کی نجات کا مدار ہے اس کے لئے صدق دل سے ایمان لانا اور نیک عمل کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده"(۸۹)۔

(۲) تیسرا باب ارکان اسلام کے اسرار ورموز پر مشتمل ہے۔

اس میں بھی امام غزالی کی احیاء العلوم کے ساتھ حجۃ اللہ البالغہ کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

حمیرا اشرف نے لکھا ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں اسلام کے ارکان میں عبادات اربعہ کو اس لئے رکھا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کی عبادات میں ان کو خاص شہرت حاصل ہے اور تمام ادیان عالم کے لوگ ان کی طرح کی عبادات کے پابند چلے آرہے ہیں البتہ شریعت کے طریق کار میں فرق ہے(۹۰)۔

نماز کے اوقات کے تعین میں مقالہ نگار نے حضرت شاہ ولی اللہ، مولانا اشرف علی تھانوی اور مولانا امین احسن اصلاحی کے بیان نقل کئے ہیں لیکن امام غزالی کا ذکر تک نہیں کیا۔

قبلہ رُخ ہونے کے بارے میں شاہ صاحب سے نقل کیا گیا ہے کہ دل کی توجہ پوشیدہ امر ہے اس کو قائم کرنے کے لئے قبلہ رُخ ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے(۹۱)۔

شاہ صاحب نے وجوب زکوٰۃ کی دو حکمتیں بیان کی ہیں۔

(i) انسان کے فطری بخل کو کم کرکے دل کو مال کی محبت سے پاک کیا اور فیاضی اور وسعت پیدا کی گئی۔

(ii) نظام معاشرہ کی درستگی کو مقصد بنایا گیا تاکہ محتاجوں کی خوش حالی ہو(۹۲)۔

مصارف زکوۃ کی حضرت شاہ صاحب نے جداگانہ ترتیب پیش کی ہے۔ فرماتے ہیں زکوۃ کے در اصل تین مصارف ہیں:

(i) محتاج لوگ، جنہیں قرآن نے فقراء، مساکین، مسافر، مقروض اور مجاہدین اسلام کا نام دیا ہے۔

(ii) وہ اہلِ کار جو زکوۃ جمع کرنے کا کام کریں تو ان کی محنت کا معاوضہ زکوۃ سے دیا جائے گا۔

(iii) مسلمانوں اور غیر مسلموں میں پیدا ہونے والے فتنوں کے انسداد کے لئے جو رقم خرچ کی جائے وہ بھی زکوۃ سے نکالی جائے گی۔

مثلاً ایک ایسا کمزور مسلمان ہے جس کے بارے میں کافروں سے جا ملنے کا اندیشہ ہے یا اس طرح کے کفار ہیں جن کی سازشوں کا اندیشہ اور خطرہ ہے۔ انکے دل نرم کرنے کے لئے زکوۃ خرچ کی جائے (۹۳)۔

۳- چوتھا باب تزکیہ نفس کے اسرار و رموز پر مشتمل ہے۔

اس میں طہارت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حجۃ اللہ البالغہ سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے۔

''وہ طہارت جس کا اثر نفس کی گہرائیوں تک پہنچ جائے اس سے نفس کو ایک گونہ تقدس حاصل ہوتا ہے گویا آدمی اس سے ملائکہ کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ مادی آلائشوں کو بہت کچھ وہ بھول جاتا ہے۔ چونکہ وضوء اس طرح کی کیفیت پیدا کرتا ہے اس لئے وضوء کا حکم دیا گیا تا کہ اس کے پاکیزہ آثار و نتائج مرتب ہوں (۹۴)۔

اس باب میں تلاوت قرآن کے اسرار پر بحث کرتے ہوئے مقالہ نگار نے شاہ صاحب کے علم حدیث کے ذوق کو بھی نمایاں کیا ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ احادیث میں حضورؐ نے آیات قرآنیہ کے روحانی فوائد کی کئی تماثیل بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً ایک آیت سیکھنے اور پڑھنے کو شیر دار فربہ اونٹنی سے تشبیہ دی گئی۔ قاری قرآن کو ملائکہ کے مشابہ قرار دیا گیا۔ اسی طرح سنترہ، کھجور اور اندرائن کے پھل اور گل ریحان کی مثالیں دے کر قاریوں کے درجات کا فرق ظاہر کیا گیا (۹۵)۔

## ۹- شاہ ولی اللہ اور علم حدیث:

یہ مقالہ محمد عثمان احمد انگوی نے درجہ تخصص تفسیر و حدیث کی ڈگری کے حصول کے لئے مولانا محمد عبد الرشید نعمانی کے زیر نگرانی تحریر کیا ہے۔ اس مقالہ میں بھی حضرت شاہ صاحب کی دیگر تصانیف کے ساتھ ساتھ حجۃ اللہ البالغہ کو بھی مقالہ نگار نے خاص طور پر ملحوظ رکھا ہے۔

مقالہ نگار لکھتے ہیں کہ حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے حنفیہ کے

علاوہ ائمہ ثلاثہ کی فقہ کا بھی گہرائی سے مطالعہ کر رکھا ہے اور امام شافعیؒ کی کتاب ''الام'' تو بکثرت ان کے زیر مطالعہ رہی ہے (۹۶)۔

حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ فقہ اسلام کا تعلق کتاب وسنت سے ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تعلق کو تازہ رکھا جائے اور ہر مذہب کا پیرو اس کے ان اسباب وعلل سے آگاہ رہے جن کی روشنی میں اس کے امام نے اپنی رائے قائم کی تھی تاکہ مذہبی عصبیت کا زہر کم ہو سکے (۹۷)۔

مزید لکھتے ہیں کہ علم حدیث پر حضرت شاہ صاحب نے جس نہج پر کام کیا اور حدیث کے اسرار وحکم کو قلمبند کیا اس کا اندازہ حجۃ اللہ البالغہ از کتاب ''الایمان تا اختتام کتاب'' اور ''ازالۃ الخفاء'' کے بعض ابواب سے کیا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ حدیث کے اسرار اور اسلامی احکام وقوانین کی مصلحتیں اور ترغیبات کی حکمت اور وہ ساری باتیں جو پیغمبر علیہ السلام اللہ کی طرف سے لائے اور آپؐ نے جن کی تعلیم دی ان سب کے اسرار ورموز کو بیان کرنا دراصل ایک فن ہے (۹۸)۔

محمد عثمان انگوی نے حجۃ اللہ البالغہ کی تعلیمات وافکار کا امام غزالی، خطابی اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے نظریات سے کسی حد تک تقابل بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں امام غزالی، خطابی اور شیخ عزالدین نے احکام کے مصالح کو بیان کیا ہے لیکن ان کے کام کی حیثیت محض اشارات اور نکات کی ہے اور جس اہتمام اور جامعیت و وسعت سے شاہ صاحب نے اسلام کی حکیمانہ تشریح کی اس کی تمثیل ہمیں آپ سے پہلے نہیں ملتی (۹۹)۔

## ۱۰- خاندان ولی اللہ کی علمی خدمات:

یہ تحقیقی مقالہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور میں ایم اے علوم اسلامیہ کی ڈگری کے حصول کیلئے ۱۹۷۹ء میں ثریا جمیل نے میاں منظور احمد کی نگرانی میں تحریر کیا ہے۔

اس مقالہ میں حجۃ اللہ البالغہ کے چھ اردو تراجم کا ذکر کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

(i) آیات اللہ الکاملہ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ، از مولوی خلیل احمد اسرائیلی، یہ لاہور سے بغیر متن کے شائع ہوا۔

(ii) شموس اللہ البازغہ اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ، از عبدالحق ہزاروی، یہ لاہور سے شائع ہوا۔

(iii) ایک نامکمل اردو ترجمہ محمد بشیر صاحب نے تحریر کیا۔

(iv) ایک ترجمہ مولانا عبدالرحیم پروفیسر عربی، اسلامیہ کالج پشاور نے کیا۔ یہ ترجمہ بھی بغیر متن

کے 1953ء میں 2 جلد میں علمی کتب خانہ لاہور سے طبع ہوا ہے۔

(v) ایک ترجمہ مولانا عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی نے کیا ہے۔

(vi) مولوی سید محمد افضل الرحمٰن صاحب نے بھی ترجمہ کیا ہے جو کہ بغیر عربی متن کے شائع کیا گیا ہے(۱۰۰)۔

اس مقالہ میں حجۃ اللہ البالغہ پر ایک جدید انداز سے تبصرہ کیا گیا ہے۔مؤلف نے حجۃ اللہ البالغہ کے مضامین اور تفاصیل کو بیان کرنے کی بجائے اس کی بعض خصوصیات کو اجاگر کیا ہے، خاص طور پر صفحہ ۳۸ تا ۴۱ میں حجۃ اللہ البالغہ کی خصوصیات کو بیان کی ہے۔

مقالہ نگار لکھتی ہیں حضرت شاہ صاحب کی تحریر میں یہ خصوصیت ہے کہ آپ کے بیان کردہ مضامین میں ثبوت کی زبان کی جھلک نظر آتی ہے یعنی حسن معنوی کے علاوہ آپ کی تحریر میں عربی زبان کے ایک مخصوص اسلوب کی پابندی نظر آتی ہے۔آپ نے حضورؐ کے جوامع الکلم کی پیروی میں ایک خاص انداز اپنایا ہے اور انشاء و ادب کا جو نیا قالب تیار کیا ہے وہ شاید ابھی تک اہلِ علم میں سے کسی نے بھی نہیں اپنایا۔

آپ اکثر وہ لغات اور محاورات نبوی کو استعمال کرتے ہیں جو لسان نبوی ﷺ سے خاص تعلق رکھتے ہیں اور اس میں شاہ صاحب کو مہارت حاصل ہے(۱۰۱)۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کی فصاحت و بلاغت میں اہل عرب نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے(۱۰۲)۔

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ صاحب نے فلسفہ یونان کے مقابلے میں حجۃ اللہ البالغہ کی صورت میں فلسفہ اسلام پیش کیا ہے اور فرنگی اقتدار کے باعث اسلام کے بارے میں جن شبہات کے پیدا ہونے کا خدشہ تھا، شاہ صاحب نے ان کی مدافعت کے لئے براہین کا ایک بے بہا سمندر فراہم کیا ہے(۱۰۳)۔تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ احکام الٰہی میں نہ تنگی ہے نہ خلاف فطرت کوئی حکم موجود ہے شاہ صاحب نے احکام اسلامی کو مبنی بر عدل ثابت کیا ہے(۱۰۴)۔

اس مقالہ کے مقدمہ میں لکھا ہے شاہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں اسلامی تعلیمات کی جس حکمت کو اُجاگر کیا ہے۔اگر اس پر عمل کیا جائے تو دورِ حاضر کے تمام پیچیدہ مسائل حل ہو سکتے ہیں۔آپ اپنی تصانیف میں معاشرے کے مجلسی، ثقافتی اور اقتصادی پہلوؤں پر شرح و بسط کے ساتھ بحث کی ہے(۱۰۵)۔

مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اس کتاب کو حضور اکرمؐ کے وصال کے بعد کے

معجزات میں شمار کیا ہے(۱۰۶) مولانا منظور احمد نعمانی فرماتے ہیں کہ میں کسی بشر کی تصنیف سے اتنا فیض یاب نہیں ہوا جتنا کہ حجۃ اللہ البالغہ سے ہوا(۱۰۷)۔

## ۱۱- شاہ ولی اللہ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کا مطالعہ اور اس میں وارد احادیث کی تخریج:

یہ مقالہ ایم فل کی ڈگری کے لئے ۱۹۹۷-۱۹۹۸ کے سیشن میں شعبہ اسلامیات، پشاور یونیورسٹی میں جنت نعیم نے پروفیسر ڈاکٹر عبدالقادر سلیمان کے زیر نگرانی لکھا۔ اس کے ۴۳۳ صفحات ہیں۔ اس مقالہ میں سید سابق کی تحقیق والا حجۃ اللّٰہ البالغہ کا نسخہ استعمال کیا گیا ہے۔ جو دار الکتب الحدیث القاھرۃ سے شائع ہوا۔

مقالے میں حجۃ اللہ البالغہ کی چودہ سو پچاس احادیث کی تخریج کی گئی ہے۔ شاہ ولی اللہ نے بعض اوقات مختصر احادیث بغیر سند کے بیان کی ہیں اور بعض اوقات کچھ الفاظ بیان کر دیئے ہیں۔ جنت نعیم نے صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث سے ان احادث کی تخریج کی ہے۔ مختصر احادیث کی مکمل تخریج کی ہے۔ ہر حدیث کی کتاب کے ساتھ متعلقہ باب اور کتاب کا ذکر ہے۔

جنت نعیم نے صحاح ستہ اور دیگر کتب احادیث سے ان کی تخریج کی ہے اور مختصر احادیث کی مکمل تخریج کی ہے۔ ہر حدیث کی کتاب کے ساتھ متعلقہ باب اور کتاب کا ذکر ہے۔

مقالہ مقدمہ اور تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں برصغیر پاک و ہند کے شاہ ولی اللہ سے متقدم پہلے چند محدثین کا ذکر کیا ہے اور بعد ازاں شاہ ولی اللہ کا مقام متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح حجۃ اللہ البالغہ کے چند مضامین پر روشنی ڈالی ہے۔

مقدمہ کے بعد ''موضوع کی اہمیت'' کا عنوان دیکر حجۃ اللہ البالغہ کی احادیث کی تخریج کی ضرورت بیان کی ہے۔ فصل اوّل میں شاہ ولی اللہ کے حالات اور خدمات ہیں۔ فصل دوم میں اپنے تخریج کے اصول بیان کئے گئے ہیں۔ اس میں تخریج احادیث کا مفہوم، مصادر اصلیہ کا بیان ہے(۱۰۸)۔

فصل سوم تخریج احادیث کی ضرورت و اہمیت۔ تخریج کی ابتداء کا ذکر ہے۔

''المقدمہ'' کی سرخی دیکر ص ۳۳ سے تخریج شروع کی ہے اور یہ ص ۴۳۶ پر ختم کی ہے۔ کل ۱۴۵۰ احادیث کی تخریج کی ہے۔ بطور مثال تخریج درج ذیل طریقہ سے کی ہے۔

حدیث نمبر ۴- عن علقمة قال: بينما أنا أمشى مع عبدالله رضى الله عنه فقال: كنا مع النبى فقال: "من استطاع الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر---- (أخرجہ البخاری فی کتاب الصوم،

باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزوبۃ، الرقم ۲/۱۸۰۶)۔

حدیث نمبر۸- عن ابی هريرة: أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: إذا توضأ أحدكم فليجعل فی انفه ثم ليستنثرو من استجمر فليوتر...... (اخرجہ للبخاری فی کتاب بدء الخلق، باب صفۃ ابلیس وجنودہ الرقم ۳/۳۱۲۱، واخرجہ مسلم فی کتاب الصوم باب صوم یوم عاشوراء الرقم ۱۱۲۹)(۱۰۹)۔

حدیث نمبر۲۵۱: عن ابی هريرة...... "يوشك ان يضرب الناس أكباد الابل يطلبون العلم فلا يجدون أحدا أعلم من عالم المدينة.... (اخرجہ الترمذی فی ابواب العلم، باب ما جاء فی عالم المدینۃ الرقم ۴/۲۸۲۱)۔

حدیث نمبر۲۵۳: عن أبی ذر الغفاری قال قال رسول الله صلي الله عليه وسلم "ان الله تجاوز عن امتی الخطأ والنسيان وما استكرهوا عليه۔

اخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ الناسی الرقم ۲۰۴، واخرجہ مسلم فی کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والخواطر بالقلب (الرقم ۱۲۷)، واخرجہ أبوداؤد فی الطلاق، باب الوسوسہ بالطلاق الرقم ۲۲۰۹ واخرجہ مسند الامام أحمد بن حنبل ۲: ۲۹۳، ۳۹۳، ۴۲۵، ۴۷۴(۱۱۰)۔

حدیث نمبر۱۱۰: عن أبی هريرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "حق المسلم على المسلم خمس......" (اخرجہ البخاری فی الجنائز، باب الامر باتباع الجنائز، الرقم ۱۱۸۳، واخرجہ مسلم فی السلام باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، الرقم ۵/۲۱۶۲)۔

حدیث ۱۱۱: عن أبی هريرة أن النبی صلي الله عليه وسلم قال حق المسلم على المسلم سبت.... (اخرجہ المسند للامام احمد بن حنبل الرقم ۲/۳۷۲ واخرجہ مسلم فی السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام الرقم ۵/۲۳۳)(۱۱۱)۔

اس کے بعد حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے۔

## ۱۲- شاہ ولی اللہ بحیثیت متکلم:

مقالہ برائے ایم اے علوم اسلامیہ سیشن ۱۹۹۵ء، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، مقالہ نگار ریحانہ عبدالحق، نگران شبیر احمد منصوری، صفحات ۱۶۶۔ چھ باب ہیں:

باب اوّل: علم کلام کا اجمالی تعارف۔

باب دوم: عہد بعہد مسائل علم الکلام اور نامور متکلمین۔

باب سوم: شاہ ولی اللہ کا مختصر تذکرہ حیات۔

باب چہارم: شاہ ولی اللہ کی کلامی خدمات۔ خصوصاً توحید، رسالت، آخرت، ملأ اعلیٰ، رُوح، مسئلہ تقدیر، عبادات، نماز، روزہ، زکاۃ، حج، جہاد، سنی شیعہ اور اعتدال۔ اہل حدث و اہل رائے کو نقطہ عدل پر لانا اور ارتفاقات، (۱۱۲)۔

باب پنجم: شاہ ولی کا متکلمانہ اسلوب و امتیاز (۱۱۳)۔

باب ششم: شاہ ولی اللہ کی کلامی خدمات کے اثرات (۱۱۴)۔

اس کتاب کے زیادہ حصے میں شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

## ۱۳- اتحاد امت اور شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ:

برائے ایم اے علوم اسلامیہ، سیشن ۱۹۹۰ء، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور، مقالہ نگار محمد طاہر جاوید، نگران شبیر احمد منصوری، صفحات ۲۰۰۔ اس کے چار باب ہیں:

باب اوّل: امت مسلمہ کا اتحاد، اس کی دو فصلیں ہیں۔

باب دوم: شاہ ولی اللہ اور ان کا دور، حالات کا عمومی جائزہ، اس کی بھی دو فصلیں ہیں۔

باب سوم: شاہ ولی اللہ کی دینی خدمات، اصلاحی خدمات، علمی خدمات، اس کی بھی دو فصلیں ہیں۔

باب چہارم: اتحاد ملت اور شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ، اس کی پانچ فصلیں ہیں۔
اس باب میں خاص کر ''حجۃ اللہ البالغہ'' کو زیر بحث لایا گیا ہے۔
بطور نمونہ مسلک اعتدال اس میں فاتحہ خلف الامام۔ رفع الیدین اور وتر۔
دنیاوی مسائل کا حل۔ شیعہ سنی مخالفت۔ امت مسلمہ کی سیاسی افراتفری۔
معاشی اور معاشرتی برائیوں میں توازن (۱۱۵)۔

## ۱۴- حجۃ اللہ البالغہ (عربی متن):

المکتبہ السلفیہ لاہور سے ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء میں پہلی مرتبہ ۱۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوئی۔ مکتبہ سلفیہ لاہور علمی کتب شائع کرنے کے لحاظ سے بہت معروف ادارہ ہے۔ اس کے بانی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مرحوم مشہور

محدث تھے جنہوں نے سنن نسائی کا عربی زبان میں حاشیہ لکھا۔انہوں نے شاہ ولی اللہ کی بعض اور کتب کو بھی سماس کیا جن میں سے مشہور" قرة العينين فى افضلية الشيخين" ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ عربی خوبصورت متن کے ساتھ بہترین کاغذ پر شائع کی گئی ہے۔ابتداء میں شاہ ولی اللہ کے مختصر حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔صاحب"الیانع الجنی" کے حوالے سے لکھا ہے"وانه رئيس المحدثين ونعم الناصر لسنن سيد المرسلين، وهذه فضيلة لا يختلف فيها اثنان ولا يجهده فيها اعداء ه، فما ظنك بالخلاف"(۱۱۶)۔ان کے متعلق یہ شعر لکھا ہے

افلت شموس الاولين وشمسنا

ابدا على افق العلا لا تغرب(۱۱۷)

ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے: وهو ذو فكر ثاقب ورأيٍ مصيب منقادًا للشريعة الغراء آخذ ابا حاديثها مقدمًا لها على آراء الرجال قال فى كتابه "التفهيمات"۔ واقرب الناس الى المجددية المحدثون القدماء كالبخارى ومسلم واشباههم، ولما تمت بى دورة الحكمة البسنى الله خلعة المجددية فعلمت علم الجمع بين المختلفات وعلمت ان الراى فى الشريعة تحريف (۱۱۸)۔کتاب دوحصّوں میں ایک ہی جلد میں شائع کی گئی ہے۔پہلے حصّے کے ۱۹۵صفحات ہیں جبکہ دوسرے حصّے کے ۲۱۵صفحات ہیں۔کتاب کے حاشیہ میں مشکل الفاظ کے معانی لکھے گئے ہیں۔اس سے کتاب سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

## ۱۵- الارشاد الی سبیل الرشاد مؤلف مولانا ابو یحییٰ محمد شاہ جہان پوری (ت ۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)

## تنقیح وتبویب مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی:

اس کتاب کا اصل موضوع عمل بالحدیث اور تقلید ہے۔اس میں شاہ ولی اللہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ سے کئی جگہ استفادہ کیا گیا ہے چنانچہ اس کے پیش لفظ میں حافظ محمد حسن نے لکھا ہے:

"یہ کتاب محدثین کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔صرف تراجم پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ جابجا عربی عبارتیں بھی درج ہیں۔اس میں معلومات کا ایسا ذخیرہ ہے جو ہزاروں کتب کے مطالعہ سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔ حجۃ الھند حضرت شاہ ولی اللہؒ کی کتاب "حجۃ اللہ البالغہ" کی کئی فصلوں کا ترجمہ مسلسل درج کردیا گیا ہے"(۱۱۹)۔

بطور مثال چند مقامات درج ذیل ہیں:

''رسول اللہ کے زمانے کا طرزِ عمل'' کے عنوان کے تحت انہوں نے حجۃ اللہ البالغہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ کے زمانے میں جو کوئی مسلمان ہوتا تھا۔ رسول اللہ کو جو کچھ کرتے دیکھتا یا فرماتے سنتا (سوائے ان امور کے جن میں پیغمبر کی خصوصیت ہو) کرنے لگتا۔ جب کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو رسول اللہ سے دریافت کر لیتا وہ بلا ضرورت مسائل دریافت نہ کرتے تھے (۱۲۰)۔

اس طرح ''اہل حدیث واہل الرائے'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے تتبع احادیث اور مسائل میں جہاں تک ہو سکا رسول پر ہی اعتماد کیا جو کہ اصلی طریقہ ہے۔ ان کے مقابلے میں اہل الحدیث کہلائے۔۔۔۔(۱۲۱)۔

بعد ازاں شاہ ولی اللہ کے حوالے سے مختلف ائمہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل بلکہ امام ابو یوسف اور امام زفر سے بھی نقل کیا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ کے علاوہ کسی کی تمام باتوں کو وہ واجب التسلیم نہیں سمجھتے۔ بلکہ شاہ صاحب کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ امام مالک نے خلیفہ منصور کو روک دیا کہ ان کی (مالک) تالیفات پر عمل کرایا جائے بلکہ کہا لوگوں نے احادیث اور روایات سنی ہیں۔ ہر ایک کو ان کے اختیار اور تحقیق پر رہنے دیں (۱۲۲)۔

بعد ازاں حجۃ اللہ البالغہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ چوتھی صدی سے قبل ایک معین مذہب کی تقلید پر لوگ جمع نہ تھے۔ اعلم الناس کانوا قبل المأة الرابعة غير مجمعين على التقليد الخالص لمذهب واحد بعينه (۱۲۳)۔

ابتداء میں لوگ تقلید کی نسبتوں کو ضروری نہ سمجھتے تھے لیکن آہستہ آہستہ یہ رواج ہو گیا بعض اوقات شاگرد، اساتذہ کے مذہب کی طرف نسبت کر دیئے جاتے تھے۔ جیسے امام نسائی اور امام بیہقی کو امام شافعی کی طرف منسوب کیا گیا (۱۲۴)۔

تقلید کے پھیلنے کی وجوہات میں سے ایک وجہ شاہ ولی اللہ نے یہ لکھی ہے کہ یہ لوگ حکومتوں میں رہے۔ ان میں امام ابو یوسف قاضی ہیں۔ وہ ہارون الرشید کے دور میں قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ وہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے پھیلنے کا سبب تھے (۱۲۵)۔ صاحب الارشاد نے ابن خلکان کے حوالے سے کہا کہ امام ابو یوسف نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ کی شہرت نہ ہوتی (۱۲۶)۔

شاہ ولی اللہ نے یہاں تک فرمایا: جس مذہب کے اصحاب مشہور ہوئے اور خدمت قضاء اور افتاء ان کے

سپرد ہوئی اوران کی تصانیف لوگوں میں مشہور ہوئیں اورلوگوں نے اُن کو پڑھاپڑھایا تو وہ اطراف عالم میں پھیل گیا اور ہمیشہ روز بروز پھیلتا رہا۔اور جس مذہب کے اصحاب غیر مشہور ہوئے اور قاضی ومفتی نہ بنائے گئے اور لوگ اُن کی طرف نہ متوجہ ہوئے وہ مذہب کچھ دنوں کے بعد مٹ مٹا گیا (۱۲۷)۔

عام طور پر تقلید کے مذاہب کے پھیلنے کا یہی سبب لکھا ہے۔ان اماموں کی تقلید کا اللہ نے حکم نہ دیا تھا نہ ہی رسول اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا۔

صاحب الارشاد نے لکھا ہے حجۃ اللہ البالغہ میں علامہ ابن حزم اندلسی کے حوالے سے لکھا ہے''وہ کونسی بات ہے جس نے (امام) ابوحنیفہ اور (امام) مالک اور (امام) شافعی کو خاص کر دیا کہ انہیں کی تقلید کی جائے اور ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وابن مسعودؓ وابن عباسؓ وعائشہؓ اور سعید بن المسیبؒ اور زہری اور نخعیؒ اور طاؤسؒ اور حسن بصریؒ کی نہ کی جائے'' (۱۲۸)۔

شاہ ولی اللہ نے شیخ بن عبدالسلام کے حوالے سے لکھا کہ تقلید کے شروع ہونے سے قبل اس قسم کا تعصب نہ تھا چنانچہ لکھتے ہیں''ہمیشہ لوگوں کا دستور یہی رہا کہ بلاتقلید کسی مذہب کے جس عالم سے اتفاق پڑ جاتا تھا مسئلہ دریافت کرتے تھے اور پوچھنے والا کسی سے پوچھے ہوئی اس پر اعتراض نہ کرتا (برابر یہی ہوتا رہا) یہاں تک کہ یہ مذاہب اوران مذاہب پر تعصب کے ساتھ تقلید کرنے والے ظاہر ہوئے ،تو پھر یہ بات جاتی رہی'' (۱۲۹)۔

شاہ ولی اللہ نے یہاں تک لکھا ہے کہ مذاہب کے لوگوں کے مقابلے ہونے لگے جب بعض سلاطین کی اس قسم کے مباحث کی طرف توجہ ہوئی تو ہرایک مذہب کے لوگوں نے اپنے مذہب کے کچھ نہ کچھ وجوہات عقلی یا نقلی پیدا کر کے اس کو راجح ثابت کیا اور بعض نے تو اس مقصود کے سے حاصل کرنے کے لئے یہاں تک افراط و تفریط سے کام لیا کہ اپنے اماموں کی مدح اور دوسرے مذہب کے امام کی مذمت میں حدیثیں بنا کر مشہور کیں (۱۳۰)۔اس مقام پر حاشیہ میں بعض موضوع احادیث کا ذکر ہے جو مختلف مذاہب کے لوگوں نے گھڑی ہیں (۱۳۱)۔

شاہ ولی اللہ کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ کوئی فقیہہ (امام ہو یا مجتہد) ہو ہم کسی پر ایمان نہیں لائے کہ اللہ نے اُس پر فقہ وحی کے طور پر بھیج دی ہے اور ہم پر اُس کی اطاعت فرض کر دی اور وہ (خطا سے) معصوم ہے۔پس اگر ہم ان میں سے کسی کی پیروی کریں تو یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کا عالم ہے۔تو (اب دو تین حال سے) خالی نہیں یا اُس کا قول صریح قرآن وحدیث سے ثابت ہوگا یا کسی طریقہ استنباط کے ساتھ اُن

ہی دونوں میں سے (کسی سے) مستنبط ہوگا۔ یا اس نے قرائن سے معلوم کیا کہ قرآن یا حدیث کا فلاں حکم فلاں صورت میں فلاں علت کی وجہ سے ہے اور اُس کے دل میں یہی بات ٹھن گئی تو اُس نے ایک غیر منصوص صورت کو (جس کا حکم شارع سے اُس کو صریحاً نہیں معلوم ہوا۔ اُسی علت کے پائے جانے کی وجہ سے) اس منصوص صورت پر قیاس کر لیا تو گویا وہ کہتا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرما دیا کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائے گی وہاں یہی حکم ہوگا۔ اور قیاسی مسئلہ اسی عموم میں داخل ہے تو یہ مسئلہ بھی رسولؐ ہی کی طرف منسوب ہو گا۔ البتہ اس کے طریقہ (ثبوت) میں گمان (ضرور) ہے نہ یقین۔ جیسا کہ صریح مسئلہ میں یقین ہوتا ہے غرض یہی بات ہے، جس کی وجہ سے جائز ہوا کہ جاہل عالم کے قول پر عمل کرے اور اگر یہ بات نہ ہوتو کبھی کوئی مومن (ہوکر) کسی مجتہد کی تقلید نہ کرے (اور جب یہ بات ہے) تو اگر ہم کو اسی فقیہہ کے مذہب کے خلاف کسی معتبر سند سے رسولؐ کی حدیث مل جائے جو (خطا سے) معصوم تھے (اور) جن کی اطاعت اللہ نے ہم پر فرض کر دی اور ہم اُن کی حدیث کو چھوڑ دیں اور فقیہ کی اس تخمین (وگمان) کے تابع رہیں تو ہم سے بڑھ کر ظالم کون ہے اور اس دن جب کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے ہمارا کیا عذر ہوگا'' (۱۳۲)۔

غرض کہ امام کا مسئلہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف معلوم ہونے کی صورت میں امام کے قول کو چھوڑ کر حدیث رسولؐ کو نہ لینا جان بوجھ کر مقصود اصلی کو چھوڑنا اور خود بخود خسران میں گرنا ہے۔

پھر شاہ ولی اللہ کے حوالے سے لکھا کہ صحابہ کرام بھی احادیث پر پہل کرتے تھے۔ طبقہ صحابہ میں احادیث یکجا جمع نہ تھیں بلکہ وہ تمام صحابہ پر منقسم اور اُن میں منتشر تھیں جس کو جس قدر معلوم تھیں اُسی کا دل اُس کا خزانہ تھا اور وہ اُس کے ساتھ ہی ساتھ رہتی تھیں۔ ہر شخص اپنی اپنی معلومات پر عمل کرتا تھا۔ جب کوئی نئی ضرورت پیش آتی کسی دوسرے سے جومل جاتا دریافت کر لیتا کہ اُس کی بابت شائد اس کے علم میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ ہو مل جاتی تو فبہا، ورنہ قیاس واجتہاد پر عمل کرتا۔ ایسا بھی ہوتا کہ اجتہاد پر عمل کے بعد کہیں اتفاق سے کوئی صحابی مل گیا اور اُس سے اس کی بابت کوئی صریح حدیث معلوم ہوگئی۔ بعض بعض صحابہ اپنی مدت العمر یا ایک عرصہ تک بعض منسوخ حکموں پر عمل کرتے رہے۔ اور اُن کو ناسخ نہ پہنچا۔ اس کی نظیریں نہ صرف اصاغر صحابہ میں ملتی ہیں بلکہ اکابر صحابہ میں بھی موجود ہیں (۱۳۳)۔ ایک مقام پر اہلحدیث کی مساعی، جمع حدیث کو ترجیح دی ہے (۱۳۴)۔

تقلید جامد کی وجہ سے بعض لوگ صحیح احادیث کو منسوخ بنا دیتے تھے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ فقہاء کا ان احادیث کو جو ان کے مشائخ کے عمل کے خلاف ہیں منسوخ کہہ دینا۔ کوئی ماننے کے لائق بات نہیں

ہے(۱۳۵)۔

یہ بات نہایت قبیح تھی۔شاہ ولی اللہ نے خودان اماموں کی تعریف کی۔اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ وانصاف میں جہاں ائمہ کا موازنہ کیا ہےاور ہرامام کے خصوصیت کے ساتھ کارنامے بتائے ہیں تو ہرایک کا خاص خاص تعلق حدیث کے ساتھ بیان کیا،لیکن امام صاحب کے تذکرہ میں حدیث کا کچھ ذکر نہ آیا(۱۳۶)۔

چنانچہ امام مالک کی بابت لکھتے ہیں وکان مالك من اثبتهم فی حديث المدينين عن رسول الله ﷺ واوثقهم اسنادًا و أعلمهم بقضايا عمر و اقاويل عبدالله بن عمر و عائشة واصحابهم من الفقهاء السبعة ويه بامثاله قام علم الرواية والفتوى انتهى (۱۳۷)۔یعنی مدینہ والے جوحدیث رسول صلعم روایت کرتے ہیں تو اس میں امام مالک اثبت الناس تھے اور سب سے زیادہ اسناد میں ثقہ تھے۔اور حضرت عمر کے فیصلوں اور ابن عمر اور عائشہ اور ان کے شاگرد فقہاء سبعہ کے اقوال کو سب سے زیادہ جاننے والے۔چنانچہ امام مالک اور انہیں جیسوں سے علم روایت (حدیث) اور علم فتویٰ قائم ہوا۔انتہی۔اور امام شافعی کے ذکر میں ان کی ترتیب اصول حدیث اور فن حدیث سے بہت سی باتوں میں پہلوں کے تسامح نکالنے اور انکی حدیث میں تبحر کی بابت تو بہت کچھ لکھا عجب نہیں اگر موقع ملا تو ہم آگے کہیں نقل کریں اور آگے چل کر اہلحدیث کے ذکر میں امام احمد صاحب کی بابت لکھتے ہیں۔وكان اعظمهم شانا واوسعهم رواية واعرفهم للحديث مرتبة واعمقهم فقها احمد بن محمد بن حنبل انتہی (۱۳۸)یعنی ان سب میں زائد عظیم الشان اور وسیع الروایت اور زیادہ حدیث کے جاننے والے اور فقاہت میں سب سے زائد دقیق النظر احمد بن حنبل تھے۔فقط۔اور امام ابوحنیفہ کے تذکرہ میں حدیث کا نام تک نہ لیا بلکہ ابراہیم نخعی کے مذہب کو لازم پکڑنا اور اس پر جمار ہنا اور اس پر تخریج کرنا ذکر کیا چنانچہ اس عبارت کو ہم انشاءاللہ عنقریب نقل کریں گے(۱۳۹)۔

شاہ ولی اللہ نے لکھا ہے کہ فقہ حنفی کے تمام مسائل حضرت امام ابوحنیفہ کے کہے ہوئے نہیں ہیں۔

''میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان بڑی بڑی شرحوں اور موٹے موٹے فتاووں میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب (امام) ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول ہے اور وہ اُن کے اصلی قول اور قول مخرج کے درمیان فرق نہیں کرتے''(۱۴۰)۔ شاہ ولی اللہ کے حوالے سے مسلک حدیث کو کئی مسائل میں ترجیح دی ہے مثلاً وتر اور رفع الیدین کا خصوصاً ذکر ہے(۱۴۱)۔

اس کے بعد شاہ صاحب کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایسے قواعد وکلیات وضع کئے گئے جو کہ امام صاحب

کے مسلک کو تقویت دے سکیں چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ ''منجملہ ان باتوں کے جن میں سمجھیں بھٹک گئیں اور قدم پھسل گئے یہ ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان میں بناء خلاف ان اصول پر ہے جو بزدوی وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ ان میں کے اکثر قواعد وہ ہیں جو خود ہی ان اماموں کے اقوال پر تخریج کر کے نکالے گئے ہیں'' (۱۴۲)۔

پھر اس کے بعد شاہ صاحب اصول کے چند قاعدوں کا بطور مثال ذکر کرتے ہیں۔ جن کی بناء پر بہت سی احادیث غیر معمول بہ ٹھہرائی جاتی ہیں لکھتے ہیں ''یہ قاعدے کلام ائمہ سے بطور تخریج کے جو خود محتمل خطا ہے نکالے گئے ہیں اور ان کا امام صاحب اور ان کے دونوں شاگردوں سے مروی ہونا صحیح نہیں اور یہ کہ ان قاعدوں کی پابندی کرنا اور پھر متقدمین کے دوسرے طرزِ عمل واستنباطات سے جو ان پر اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کے جواب میں تکلّف کرنا جیسا کہ بزدوی وغیرہ کرتے ہیں۔ اس کے خلاف کی پابندی پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا'' (۱۴۳)۔

۱۶- مسئلہ توحید یعنی حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ کے باب التوحید، باب حقیقۃ الشرک اور باب اقسام الشرک کا اردو ترجمہ اور ذیلی تعلیقات از افادات حضرت مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ شائع کردہ، جمعیت اہلحدیث لاہور شہر ۱۹۷۳م۔

اس کتاب کے مؤلف مولانا داؤد غزنوی معروف خاندان غزنویہ کے چشم وچراغ تھے جن کی علمی اور دینی خدمات کا زمانہ معترف ہے۔ ان کے جدامجد سید عبداللہ غزنوی کو توحید کے جرم کی پاداش میں غزنی سے نکالا گیا۔ مولانا داؤد غزنوی نے تحریک پاکستان میں سرگرمی سے حصّہ لیا۔ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کی سیٹ پر ممبر منتخب ہو گئے۔ مرکزی جمعیت اہلحدیث کے صدر رہے۔ انہوں نے ''التوحید'' رسالہ جاری کیا۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے بانیوں میں سے ہیں۔

لاہور میں مدرسہ ''تقویۃ الاسلام'' اب بھی ان کی علمی یادگار موجود ہے۔ آپ نے ۱۹۶۳ء میں انتقال فرمایا۔ آپ کی اولاد میں سے سید ابوبکر غزنوی بہت مشہور عالم تھے۔ جو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر رہے۔

اس کتاب کو دو ابواب میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا باب توحید اور دوسرا باب شرک سے متعلق ہے۔

توحید کو تمام نیکیوں کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے اور اس کو بمنزلہ قلب قرار دیا ہے۔ پھر مدارج توحید بیان کرتے ہیں۔ توحید کے چار درجے بیان فرمائے۔

ایک وجوب وجود صرف اللہ کے لئے مخصوص سمجھا گیا ہے۔ دوسرا صرف اللہ ہی عرش آسمانوں اور زمینوں اور تمام موجودات کا خالق مانا جاتا ہے۔ ان حقائق کو تمام مشرکین بھی مانتے ہیں۔

**تیسرا درجہ:** ہر چیز کا انتظام اور تدبیر اللہ کے لئے مخصوص ہے اس کے علاوہ کسی کا تصرف نہیں ہے۔

چوتھا درجہ یہ ہے اللہ کے سوا کسی کو بھی عبادت کا مستحق نہ ٹھہرایا جائے۔ یہ دونوں مرتبے لازم وملزوم ہیں جو تیسرے کو مانے گا وہ چوتھے کو بھی مانے گا۔ اختلاف کرنے والوں کے متعدد فرقوں میں تین مشہور ہیں:

(i) کواکب پرست: ستاروں کی پوجا کرنے والے۔ ان کی طرف رجوع کرتے۔

(ii) مشرکین عرب: اہم کام اللہ کے ذمہ سمجھتے ہیں لیکن خلعت الوہیت انہوں نے بعض بزرگوں کے حوالے کیا ہوا تھا۔

۳- عیسائی: حضرت عیسیٰ کو معبود قرار دینے والے۔ اللہ کا حضرت عیسیٰ کو اتنا قریبی بنایا کہ وہ معبود بن گئے۔ سب کے ساتھ حاشیہ دیگران تمام کی تردید کی گئی۔

دوسرا باب حقیقت شرک کے متعلق ہے۔ عبادت کے مفہوم میں انتہائی تذلل کا ظاہر کرنا ہے۔ تذلل صرف اللہ کے ذات کے سامنے ہوتا ہے۔ علم غیب کے متعلق فرمایا: عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احداً (۱۴۴)۔

شرک کی ابتداء نبیوں کے بعد ان کے امتیوں سے ہوئی۔ قرآن مجید نے بیان کیا۔ فخلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلاۃ واتبعوا الشهوات (۱۴۵)۔

شرک کے متعلق کافی بحث کی ہے۔ بعد ازاں شرک کی اقسام بیان کی ہیں۔ اس میں سجدہ کرنا، غیر اللہ کو پکارنا، اللہ کی اولاد قرار دینا، غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا، غیر اللہ کے نام کی قسم اٹھانا، اور بچوں کے نام رکھنے میں شرک کرنا وغیرہ شامل ہیں (۱۴۶)۔

اہل حدیث مکتب فکر کے مدارس کے مرحلہ عالیہ کے امتحان میں حجۃ اللہ البالغہ کا کچھ حصہ شامل نصاب ہے چنانچہ طالبات کے پرچہ نمبر ۵ کے متعلق لکھا ہے "اسرار الشرائع، حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ الدھلوی ابواب الایمان والطھارۃ والصلوۃ، ۵۰ نمبر، تاریخ التشریع الاسلامی للشیخ مناع القطان، ۵۰ نمبر (۱۴۷)۔ اسی طرح طلباء کے امتحان کیلئے بھی اس کا کچھ حصہ شامل ہے۔ چنانچہ لکھا ہے اسرار الشرائع للاسلام، حجۃ اللہ البالغہ للشاہ ولی اللہ الدھلوی مقدمۃ الکتاب والبحث السابع، ۵۰ نمبر، تاریخ التشریع الاسلامی مناع القطان، ۵۰ نمبر (۱۴۸)۔

## خلاصہ بحث:

حجۃ اللہ البالغہ پر لکھی گئی مذکورہ بالا کتب اور مقالہ جات کے مطالعہ سے یہ واضح ہوا کہ پاکستان میں اہلِ علم نے حجۃ اللہ البالغہ جیسی بے مثال تصنیف کی تاریخی اہمیت کو یقینی طور پر محسوس کیا ہے اور مختلف اسالیب میں اس کتاب پر کام کیا گیا ہے۔

۱- ایک طرف اس کتاب کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اور اس ضمن میں بہت سے اہلِ علم نے انداز سے اس کے اردو تراجم کیے ہیں، جیسا کہ اس مقالہ کے آغاز میں اور ایک تحقیقی مقالہ ''خاندان ولی اللہ کی علمی خدمات'' کے تحت بعض تراجم کا ذکر کیا جاچکا ہے۔

۲- بعض اہلِ علم نے اس تصنیف کی ادبی، لسانی اور تحریری خصوصیات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

۳- کثیر اہلِ علم نے حجۃ اللہ البالغہ کے حقیقی مقاصد تحریر کو پیشِ نظر رکھ کر اس پر غور وفکر کیا ہے جیسا کہ مولا اسماعیل سلفی کی تصنیف ''تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی'' کی تفاصیل میں لکھا گیا ہے۔

۴- بعض علماء نے حجۃ اللہ البالغہ کے مضامین وفرامین کو اختصار سے بیان کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ جس طرح ''ارمغانِ شاہ ولی اللہ'' اور ''شاہ ولی اللہ کی تعلیم'' جیسی تصانیف نے حجۃ اللہ البالغہ اور شاہ صاحب کی دیگر تصانیف کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ اسی طرح بعض نے شاہ صاحب کی افکار کو دیگر ممتاز ائمہ کے نظریات سے تقابلی مطالعہ کرنے کی بھی کوشش کی ہے۔

۵- معلوم ہوتا ہے حجۃ اللہ البالغہ نے پاکستان کے اہلِ علم میں فکری، علمی اور عملی انقلاب برپا کیا ہے۔ سے مفکرین نے تعلیمات شاہ ولی اللہ کے نتیجے میں فرقہ بندی اور فروعی مسائل کی عصبیت کا رد کیا ہے اور پاکستان میں اہلِ علم کا اب ایک طبقہ موجود ہے جس کی فکر بہت حد تک فرقہ وارانہ تنگ نظری سے آزاد ہوچکی ہے۔

۶- حجۃ اللہ البالغہ کے مطالعہ کے نتیجے میں اسلامی عقائد واحکام کی ضرورت واہمیت پر غور وفکر کرنے اور اسے بیان کرنے کا ایک نیا اسلوب اور نیا علم کلام معرض وجود میں آچکا ہے جسے پاکستانی جامعات میں خاص طور پر اور باقی علمی وفکری اداروں میں عام طلبہ پر دیکھا اور محسوس کیا جاسکتا ہے۔

۷- حجۃ اللہ البالغہ نے اسلام کے سیاسی اور معاشی نظام کو جس نئے انداز سے پیش کیا تھا جیسا کہ مولانا صدر الدین اصلاحی کی تصنیف ''افادات حضرت شاہ ولی اللہ'' کے تبصرے میں بیان ہوا۔ کہ اسلام کے سیاسی اور معاشی افکار پر زیادہ تر کتابیں جو پاکستان میں لکھی گئی ہیں وہ حجۃ اللہ البالغہ کو نہ صرف سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں بلکہ وہ بنیادی طور پر فکر شاہ ولی اللہ سے ہم آہنگ اور حجۃ اللہ البالغہ کی تشریحات معلوم ہوتی ہیں۔

مگر افسوس کا مقام یہ کہ پاکستان کے اہلِ مدارس اور اہلِ مساجد میں اس کتاب کو بہت کم پڑھا اور اسے بھی کم سمجھا گیا ہے کیونکہ اگر یہ لوگ اس کتاب کو اچھی طرح پڑھتے تو آج فرقہ ورانہ عصبیت بہت کم ہوتی لیکن اہلِ مدارس و مساجد کا کثیر اختلاف بلکہ قتل عام صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ حجۃ اللہ البالغہ کی حجتوں اور دلائل کو بہت زیادہ پڑھنے، سمجھنے اور عام کرنے کی ضرورت ہے۔

## حوالہ جات


۱- شاہ ولی اللہ، تفہیمات، ج ۲، ص ۲۴۰۔

۲- شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی (مکتبہ نذیریہ، لاہور) ص ۶۷ (بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، الخیر الکثیر، تفہیمات، مسوی، عقد الجید وغیرہ)۔

۳- حوالہ سابقہ، ص ۷۷ بحوالہ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۲/۱۱۹۔

۴- حوالہ سابقہ، ص ۸۷۔

۵- حوالہ سابقہ، ۸۶-۹۴۔

۶- حوالہ سابقہ، ص ۱۵۵۔

۷- حوالہ سابقہ، ص ۱۰۸ (بحوالہ شاہ ولی اللہ، مصفّٰی شرح مؤطا، ج ۱، ص ۴)۔

۸- حوالہ سابقہ، ص ۱۰۸، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۲۳۔

۹- حوالہ سابقہ، ص ۱۱۱ بحوالہ حجۃ اللہ، ج ۱، ص ۱۲۳۔

۱۰- تحریک آزادی فکر، ص ۱۱۲، بحوالہ تفہیمات، ج ۱، ص ۲۰۹۔

۱۱- تحریک آزادی فکر، ص ۱۱۳، بحوالہ تفہیمات، ج ۱، ص ۲۱۱۔

۱۲- تحریک آزادی فکر، ص ۱۱۳، بحوالہ تفہیمات، ج ۱، ص ۱۵۱۔

۱۳- تحریک آزادی فکر، ص ۱۲۹-۱۳۰، بحوالہ تفہیمات، ج ۱، ص ۲۱۲۔

۱۴- تحریک آزادی فکر، ص ۱۳۱-۱۳۲، بحوالہ تفہیمات، ج ۱، ص ۲۱۲۔

۱۵- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۰، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۱۷۔

۱۶- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۱، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۷۔

۱۷- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۱-۱۲۲، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۸۔

۱۸- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۲، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۵۳۔

۱۹- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۳-۱۲۴، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۹۔

۲۰- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۴-۱۲۵، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۱۸۔

۲۱- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۵، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۲۳۔

۲۲- تحریک آزادی فکر، ص۱۲۶، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۴۷۔

۲۳- تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی، ص۱۱۷(بحوالہ قرۃ العینین، ص۱۸۶، مؤلفہ حضرت شاہ صاحب)۔

۲۴- تحریک آزادی فکر، ص۱۳۹، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۲۹۔

۲۵- تحریک آزادی فکر، ص۱۳۸، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۱۹۔

۲۵-۱- تحریک آزادی فکر، ص۱۳۹-۱۴۰۔

۲۶- صدرالدین اصلاحی، افادات حضرت شاہ ولی اللہ (اقبال اکیڈمی لاہور) ص۷۔

۲۷- حوالہ سابقہ، ص۹۔

۲۸- حوالہ سابقہ، ص۱۲۔

۲۹- حوالہ سابقہ، ص۱۳۔

۳۰- حوالہ سابقہ۔

۳۱- حوالہ سابقہ۔

۳۲- حوالہ سابقہ، ص۱۴۔

۳۳- حوالہ سابقہ۔

۳۴- " ، ص۱۶۔

۳۵- " ، ص۱۷-۱۸۔

۳۶- " ، ص۱۹-۲۰۔

۳۷- " ، ص۲۱۔

۳۸- " ، ص۶۱۔

۳۹- " ، ۶۳-۶۷۔

۴۰- " ،ص ۶۸۔

۴۱- " ،ص ۶۹۔

۴۲- " ،ص ۷۰-۷۱۔

۴۳- " ،ص ۷۲۔

۴۴- " ،ص ۷۵-۷۹۔

۴۵- " ،ص ۸۳-۸۶۔

۴۶- " ،ص ۹۴۔

۴۷- البقرہ، آیت نمبر ۱۷۴۔

۴۸- الاعراف، آیت نمبر ۱۲۔

۴۹- محمد سرور، ارمغان شاہ ولی اللہ (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور) ص ۱۹-۵۰۔

۵۰- حوالہ سابقہ، ص ۹۶-۱۴۸۔

۵۱- " ،ص ۳۶۶-۳۶۸۔

۵۲- " ،ص ۳۶۹-۳۸۲۔

۵۳- " ،ص ۹۶۔

۵۴- " ،ص ۳۷۰-۳۸۲۔

۵۵- حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۳۳۔

۵۶- حوالہ سابقہ، ج ۲، ص ۱۷۲۔

۵۷- " ، ج ۱، ص ۱۶۶۔

۵۸- جلبانی، شاہ ولی اللہ کی تعلیم (ادارہ مطبوعات، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۹ء) ص ۱۱۰، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۲۱۔

۵۹- جلبانی، ص ۹۹ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۱۱۱۔

۶۰- " ،ص ۱۱۰ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۲۱۔

۶۱- " ،ص ۱۲۷ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۳۴۔

۶۲- " ،ص ۱۳۴ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۶۳- " ،ص ۱۳۵ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۹۵۔

۶۴- " ،ص ۱۳۶ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۹۰۔

۶۵- " ،ص ۱۵۶ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۶۔

۶۶- " ،ص ۱۶۹ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۲۰۷۔

۶۷- " ،ص۱۶۹،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲،ص ۲۰۷۔

۶۸- " ،ص ۱۷۷،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۸۶۔

۶۹- " ،ص ۱۸۰-۱۸۵،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۲۰۔

۷۰- " ،ص ۲۳۲،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۱۱۹۔

۷۱- " ،ص ۲۳۳،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۱۱۹۔

۷۲- " ،ص ۲۳۵،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲،ص ۱۷۳۔

۷۳- " ،ص ۲۴۲،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۳۸-۳۹۔

۷۴- " ،ص ۲۴۹،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۴۱۔

۷۵- " ،ص ۲۵۱،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۴۲-۴۳۔

۷۶- " ،ص ۲۵۶،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۴۵-۴۶۔

۷۷- " ،ص ۲۵۹_۲۶۰،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۴۷-۴۸۔

۷۸- " ،ص ۲۶۸،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲،ص ۱۲۵۔

۷۹- " ،ص ۲۷۳،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۲،ص ۴۹-۵۰۔

۸۰- " ،ص ۲۷۸،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ،مقدمہ۔

۸۱- بنی اسرائیل، ۸۵۔

۸۲- جلبانی، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، ص ۲۷۹-۲۸۴،بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج۱،ص ۱۸-۳۳۔

۸۳- " ،ص ۲۸۵ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۳۴-۳۵)

۸۴- " ،ص ۲۸۷ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۳۶)

۸۵- " ،ص ۲۹۴ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۳۴-۳۵)

۸۶- " ،ص ۲۹۹ (حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۲۵)

۸۷- " ،ص ۳۱۷_۳۲۱ (حجۃ اللہ البالغہ،مقدمہ، لمحات ۵۳،______۱۳)

۸۸- حمیرا اشرف، حکمت دین حضرت امام غزالی کی نظر میں، ص ۴۳-۴۴ بحوالہ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ۲/ ۶۴-۶۵ (دارالکتب الحریرہ، قاہرہ)۔

۸۹- حوالہ سابقہ، ص ۸۰-۸۵ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۳۰-۳۲، دارالکتب)۔

۹۰- " ،ص ۹۳ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۳۶، مترجم عبدالرحیم، قومی کتب خانہ، لاہور)۔

۹۱- " ،ص ۱۰۷ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۱۴۶-۱۴۹)۔

۹۲- " ،ص ۱۳۲- ۱۳۳ (حجۃ اللہ البالغہ ۲/ ۲۶۱-۲۶۳)۔

۹۳- " ص۱۴۶-۱۴۷(حجۃ اللہ البالغہ۲/۲۷۹-۲۸۱)۔

۹۴- " ص۱۸۰(حجۃ اللہ البالغہ۱/۷۵)۔

۹۵- " ص۱۹۶-۱۹۷(حجۃ اللہ البالغہ۲/۳۹۵-۳۹۶)۔

۹۶- محمد عثمان احمد انگوی، شاہ ولی اللہ اور علم حدیث (مقالہ برائے تخصص تفسیر و حدیث، زیر نگرانی مولانا محمد عبدالرشید نعمانی، بمقام سنٹرل لائبریری، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) ص۴۶۔

۹۷- حوالہ سابقہ۔

۹۸- حوالہ سابقہ، ۴۷۔

۹۹- حوالہ سابقہ۔

۱۰۰- ثریا جمیل، خاندان ولی اللہ کی علمی خدمات (تحقیقی مقالہ برائے ایم -اے، سنٹرل لائبریری، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور) ص۴۱۔

۱۰۱- حوالہ سابقہ، ص۲۸۔

۱۰۲- " ص۲۹۔

۱۰۳- " ص۳۱۔

۱۰۴- " ص۳۹۔

۱۰۵- " ص۱-ب(مقدمہ مقالہ)۔

۱۰۶- " ص۳۸۔

۱۰۷- " ص۴۰۔

۱۰۷- حوالہ سابقہ۔

۱۰۸- جنت نعیم، شاہ ولی اللہ کی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' اور اس میں وارد احادیث کی تخریج (تحقیقی مقالہ برائے ایم فل سیشن ۱۹۹۷-۱۹۹۸ء، شعبہ علوم اسلامیہ، پشاور یونیورسٹی پشاور۔

۱۰۹- حوالہ سابقہ۔

۱۱۰- حوالہ سابقہ۔

۱۱۱- حوالہ سابقہ۔

۱۱۲- ریحانہ عبدالحق، شاہ ولی اللہ بحیثیت متکلم (مقالہ برائے ایم اے علوم اسلامیہ، سیشن ۱۹۹۵ء، پنجاب یونیورسٹی لاہور) باب چہارم مکمل، ص۹۱-۱۱۲

۱۱۳- حوالہ سابقہ، ص۱۳۴-۱۴۷۔

۱۱۴- حوالہ سابقہ، ص۱۴۸-۱۶۰۔

۱۱۵- محمد طاہر جاوید، اتحاد امت اور شاہ ولی اللہ کی مساعی جمیلہ (مقالہ برائے ایم اے علوم اسلامیہ، سیشن ۱۹۹۰ء پنجاب یونیورسٹی لاہور)، باب چہارم مکمل ۱۳۴-۱۸۱۔

۱۱۶- شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، (ترجمۃ المؤلف) المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء۔

۱۱۷- حوالہ سابقہ۔

۱۱۸- حوالہ سابقہ۔

۱۱۹- محمد شاہ جہاں پوری، الارشاد الی سبیل الرشاد (اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء، طبع ثالث) پیش لفظ، ص ۱۲۔

۱۲۰- الارشاد، ص ۴۳، حجۃ اللہ البالغہ، (مطبوعہ مطبع صدیقی، ۱۲۸۶ھ) ص ۱۴۶، از سنن الدارمی۔

۱۲۱- الارشاد، ۷۶-۷۷، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۶۶-۱۶۷، مطبع صدیقی پریس، ۱۲۸۶ھ۔

۱۲۲- الارشاد، ص ۸۰-۸۱ مع حواشی، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۵۰-۱۶۳۔

۱۲۳- الارشاد، ص ۸۱-۸۲، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ۱۵۷-۱۵۹۔

۱۲۴- الارشاد، ص ۸۲-۸۳۔

۱۲۵- الارشاد، ص ۸۸، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۵۱، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء۔

۱۲۶- الارشاد، ص ۸۹، بحوالہ ابن خلکان، لولا ابو یوسف ماذکر ابوحنیفہ۔

۱۲۷- الارشاد، ص ۸۸، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۵۷، باب الفرق من اہل الحدیث: فای مذهب كان اصحابه مشهوزين ووسد اليهم القضاء، و الافتاء، واشتهر تصانيفهم فى الناس، ودرسوا درسا ظاهرا انتشر فى اقطار الارض، ولم يزل ينتشر كل حين، واى مذهب كان اصحابه خاملين ولم يولوا القضاء و الافتاء ولم يرغب فيهم الناس اندرس بعد حين.

۱۲۸- الارشاد، ص ۹۶-۹۷، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۶۰۔

۱۲۹- الارشاد، ص ۱۰۴، حواشی، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۶۰۔

۱۳۰- الارشاد، ص ۱۰۵-۱۰۶، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۱۵۶۔

۱۳۱- الارشاد، ص ۱۰۶۔

۱۳۲- الارشاد ۱۷۰-۱۷۲، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۶۱، حواشی میں عربی عبارت مکمل لکھی گئی ہے۔

۱۳۳- الارشاد، ص ۱۸۰، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۵۸۔

۱۳۴- الارشاد، ص ۱۹۳-۱۹۶، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۵۳-۱۵۴۔

۱۳۵- الارشاد، ص ۲۰۰، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۴۴۔

۱۳۶- الارشاد ۲۱۶-۲۱۷، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۱۵۰۔

۱۳۷- حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۵۰۔

۱۳۸- حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۵۵۔

۱۳۹- الارشاد، ص ۲۱۷، حاشیہ۔

۱۴۰- الارشاد ۲۴۶ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ص ۱۶۵۔

۱۴۱- الارشاد، حجۃ اللہ البالغہ، ج ۱، ص ۲۰۰: والحق عندی فی مثل ذلك ان الكل سنة ونظيره الوتر بركعه واحدة وبثلاث والذی یرفع احب الیّ ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت۔

۱۴۲- الارشاد، ص ۳۱۳، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ۔

۱۴۳- الارشاد، ص ۳۱۴، بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ۔

۱۴۴- جن: ۲۵۔

۱۴۵- مریم: ۵۹۔

۱۴۶- سید داؤد غزنوی، مسئلہ توحید یعنی حجۃ الاسلام، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے باب التوحید اور باب حقیقۃ الشرک کا اردو ترجمہ مع ذیلی تعلیقات (شائع کردہ جمعیت اہل حدیث لاہور، ۱۹۷۳ء) (خلاصہ)۔

۱۴۷- المرحلۃ العالیہ للطالبات (برائے امتحان وفاق المدارس، مدارس اہل حدیث)۔

۱۴۸- المرحلۃ العالیہ للطلاب (برائے امتحان وفاق المدارس، مدارس اہل حدیث)۔